کتاب السیرۃ

2

مولانا محمد الیاس گھمن
متکلم اسلام
دامت برکاتہم





کتاب السیرۃ

2

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA



emarkaz.org

نام کتاب	کتاب السیرۃ–حصہ دوم
تالیف	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت	رمضان المبارک 1445ھ–مارچ 2024ء
بار اشاعت	اول
تعداد	1100
ناشر	مکتبہ دار الایمان

کتاب منگوانے کا پتہ:

مکتبہ دار الایمان، مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا

0321-6353540

www.emarkaz.org

فہرست

سن 3 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی، غزوہ غطفان، غزوہ فرع

غزوہ بنو قینقاع، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت

غزوہ اُحد، نوحہ کی حرمت، غزوہ حمراء الاسد، سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے شادی

سریہ ابی سلمہ رضی اللہ عنہ:

سن 3 ہجری ماہ محرم الحرام کے آغاز میں حضرت ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد المخزومی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 150 افراد کا لشکر قطن کی طرف روانہ ہوا، کافی مال غنیمت ہاتھ لگا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے خمس اور صَفِّی نکال کر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا۔

صَفّی: (چناہوا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ مالِ غنیمت میں جو چیز اپنی ذات کے لیے چاہیں منتخب فرمالیں اس چیز کو صفی کہتے ہیں۔

سریہ عبد اللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ:

سن 3 ہجری 5 محرم الحرام میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے حضرت عبد اللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو سفیان بن خالد ہُذلی کی طرف بطن عُرَنہ میں بھیجا۔ (یہ عرفات کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) 22 محرم کو حضرت عبد اللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ نے سفیان بن خالد کو قتل کرکے اس کا سر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح:

3 ہجری ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اس لیے آپ کو "ذوالنورین" کا لقب ملا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو یہ شرف حاصل نہ ہوا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی سن 9 ہجری شعبان اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔

غزوہ غَطفَان / ذی اَمَرّ / اَنمار:

سن 3 ہجری 12 ربیع الاوّل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 100 کلومیٹر دور "نجد"

تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو غطفان رہائش پذیر تھا۔ "ذوامَر" نجد میں ایک چشمے کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 450 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، ان لوگوں کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کا علم ہوا تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ گئے۔

غزوہ فُرُع:

سن 3 ہجری 6 جمادی الاولیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 154 کلومیٹر دور "بُحران" کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابنِ اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، قبیلہ بنو سُلیم کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثاران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئے۔

غزوہ بنی قَینُقَاع:

سن 3 ہجری تقریباً نصف جمادی الاولیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے یہود بنو قینقاع کے قلعہ کی طرف تشریف لے گئے۔

غزوہ کا سبب:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں کے قبائل سے معاہدہ کیا کہ ایک دوسرے کے خلاف نہ جنگ کریں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف کسی قبیلہ کی مدد کریں گے۔ یہود نے مختلف مواقع پر خلاف ورزیاں کیں۔

یہود کو تنبیہ:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس لوٹے تو آپ نے مدینہ کے یہودیوں کو جمع کر کے انہیں دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں میری مخالفت کرنے کے بارے میں اللہ سے ڈرو یہ نہ ہو کہ جیسے بدر میں قریش پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اسی طرح تمہارے اوپر بھی عذاب نازل ہو جائے۔

یہود کی دھمکی:

بنو قینقاع کے یہودی اس بات پر تلملائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: آپ قریش کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کی وجہ سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، قریش لڑائی کے معاملے میں ناتجربہ کار قوم تھی اس وجہ سے وہ لوگ مارے گئے جب آپ کا ہمارے ساتھ مقابلہ ہو گا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ غالب کون آتا ہے؟

بنو قینُقاع کا محاصرہ:

جب بنو قینقاع نے جنگ کے لیے آمادہ ہو کر عہد شکنی کی، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا، جو 15 دن تک جاری رہا۔

اموال کی ضبطی اور جلاوطنی کا حکم:

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جبکہ منافقین میں سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے ان کی سفارش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ انہیں یہاں سے جلاوطن کر دیا جائے، ان کے اموال کو ضبط کر لیا جائے۔ تعمیل حکم میں انہیں جلاوطن کر دیا گیا، ان کے اموال کو بحق ریاست ضبط کر لیا گیا اور قتل سے معاف رکھا گیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ خیر خواہوں اور بدخواہوں کی آراء ظاہری طور پر موافق ہو سکتی ہیں۔

ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا پیغام نکاح:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میری بیٹی حفصہ بنت عمر کے شوہر خُنیس بن حُذافہ السہمی غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور انہی زخموں کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آکر شہادت پائی جس کی وجہ سے میری بیٹی حفصہ بیوہ ہو گئیں۔ تو میں نے اپنی بیٹی سے رشتے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح اپنی بیٹی حفصہ سے کر دوں؟ اس پر حضرت عثمان رضی

اللہ عنہ نے سوچنے کے لیے کچھ دن کا وقت لے لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ دن بعد دوبارہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے اس بارے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ ابھی میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو بغور سن تو لیا لیکن کوئی جواب دیے بغیر خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل میرے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ باعث تکلیف ہوا۔ میں نے کچھ دن توقف کیا۔

اس کے بعد خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے پیغام نکاح بھیجا اور میں نے اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ کچھ دن بعد میری ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: عمر! شاید آپ کو میرے طرز عمل سے تکلیف ہوئی ہو گی کہ آپ نے اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کے لیے مجھ سے بات کی تھی اس پر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: تکلیف تو ہوئی تھی۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصل بات یہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ آپ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خود نکاح فرمانے کی بات کی تھی۔ اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کروں۔ اس لیے میں نے آپ کو جواب نہیں دیا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ فرماتے تو میں آپ کی بیٹی سے ضرور نکاح کر لیتا۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: والد اپنی بیٹی کے نکاح کے سلسلے میں پہل کر سکتا ہے۔

2: نکاح کے لیے اچھے اور جوڑ کے رشتے تلاش کرنے چاہییں۔

3: بیوہ کا نکاح کرانا چاہیے۔

4: فوری فیصلہ کرنے کے بجائے سوچ وبچار کے لیے وقت مانگ لینا چاہیے۔

5: وقت مقررہ کی پابندی کرنی چاہیے۔

6: اگر ایک جگہ کام نہ ہو تو مایوس ہونے کے بجائے دوسری اچھی جگہ جلد تلاش کرنی چاہیے۔

7: بعض معاملات میں بالکل خاموشی بھی اختیار کی جاسکتی ہے جبکہ کسی راز کے فاش ہونے کا خدشہ ہو۔

8: باعث تکلیف بات پر اپنی تکلیف کا اظہار کر دینا ولایت کے منافی نہیں۔

ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نکاح:

3 ہجری شعبان المعظم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بعوض 400 درہم حق مہر کے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ اس وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً 22 سال تھی۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان:

حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، ان کے مسجد نبوی کے قریب کئی مکانات تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے نکاح فرماتے تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ اپنا ایک مکان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایک مکان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا۔ شادی کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کو جو مکان ملا وہ مسجد نبوی کی مشرقی جانب تھا۔

فائدہ: بوقت ضرورت ہدیہ کرنا دوسرے کے لیے زیادہ راحت کا باعث ہے۔

جنت میں بھی شرفِ زوجیت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی منقبت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: اے حفصہ! ابھی ابھی جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھ سے کہا: بے شک وہ (سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا) بہت زیادہ روزے دار اور کثرت سے راتوں کو اللہ کے حضور قیام کرنے والی ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت:

3 ہجری تقریباً نصف رمضان المبارک کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور بچے کے کان میں اذان کہی، اپنے مبارک لعاب دہن سے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔ ولادت کے سات دن بعد آپ رضی اللہ عنہ کا حلق (سر کے بال اتارنا) کیا، اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عقیقہ میں دو بکریاں ذبح فرمائیں۔

غزوہ اُحُد:

3 ہجری 15 شوال المکرم میں "غزوہ احد" پیش آیا۔

غزوہ کا سبب:

غزوہ بدر میں قریش مکہ کو شکست ہوئی تو بدلہ لینے کے لیے فیصلہ کن اور منظم جنگ کی منصوبہ بندی کرنے میں مصروف ہو گئے۔ افرادی اور معاشی قوت کو جمع کرنے کے لیے مسلسل محنت شروع کر دی۔ بدر میں مسلمان جس قافلے کے لیے نکلے تھے وہ ابوسفیان کی معیت میں بچ نکلا اور مکہ پہنچ گیا یہ قافلہ جو مال تجارت لے کر آیا تھا قریش مکہ کو اس میں بہت نفع ہوا انہوں نے اس بات پر مشورہ کیا کہ جتنا نفع ہو گا وہ سب اس جنگ میں لگائیں گے۔

مشورہ کی مخصوص جگہ "دارالندوہ" میں اجلاس ہوا اور یہ طے ہوا کہ ارد گرد کے قبائل کو ساتھ ملایا جائے تاکہ فیصلہ کن جنگ ہو، خوب تیاری کی گئی۔ 3000 افراد پر مشتمل لشکر تیار ہوا جن میں سات سو زرہ پوش (جنگی لباس جو لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے) 3000 اونٹ، 200 گھوڑے شامل تھے۔ قریش اپنے ساتھ 15 خواتین بھی لائے تھے اور ان کو لانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ عورتیں جنگی اشعار پڑھ کر اپنے نوجوانوں کو جنگ کے لیے بھڑکائیں گی۔

کچھ اونٹ کھانے کے لئے کچھ باربرداری کے لیے جبکہ کچھ اونٹ اس نیت سے لائے تھے کہ واپسی پر مسلمانوں کے اموال چھین کر ان پر لاد کر لے جائیں گے۔ 5 شوال المکرم کو قریشی لوگ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قاصد:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مکہ میں موجود تھے، انہوں نے ایک تیز رفتار قاصد کو خط دے

کر بھیجا کہ وہ جلدی پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے عزائم سے آگاہ کرے، وہ قاصد خفیہ راستوں سے ہوتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ پہنچا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر قریش کے حالات معلوم کرنے کے لیے دو انصاری صحابہ حضرت انس اور حضرت مونس رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور ان کے ساتھ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو لشکر کے افراد کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجا انہوں نے واپس آکر اطلاع دی کہ ان کی تعداد تین ہزار کے لگ بھگ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب مبارک:

دوسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا ایک خواب سنایا کہ ایک مضبوط قلعہ ہے، اس میں ایک گائے ہے، میرے ہاتھ میں تلوار ہے، میں نے اپنی تلوار کو ہلایا تو اس کا آگے کا حصہ ٹوٹ گیا، پھر میں نے دوبارہ ہلایا تو وہ گائے صحت مند اور اچھی بھلی ہو گئی۔

خواب کی تعبیر:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ قلعہ سے مراد مدینہ ہے، گائے سے مراد مسلمانوں کا لشکر ہے اس کے ایک حصہ گرنے سے مراد مسلمانوں کی شہادت ہے، تلوار کا ہلنا جنگ سے کنایہ ہے، اگلے حصے کا گرنا اس سے مراد جنگ کے حالات خراب ہونا یعنی نقصان ہونا ہے، پھر گائے کا ٹھیک ہونا اس سے مراد جنگ کے حالات کا دوبارہ ٹھیک ہونا ہے۔

میدان جنگ کے بارے مشاورت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے یا مدینہ کے اندر رہ کر؟ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے جبکہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (اکثر وہ حضرات تھے جو غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے) کی رائے یہ تھی کہ باہر نکل کر جنگ لڑی جائے۔ مدینہ کے اندر رہ کر لڑنے سے کفار قریش ہمیں کمزور سمجھیں گے۔

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی خواہش تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی:

وَاللّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا حَتّٰی اَقْتُلَهُمْ خَارِجَ الْمَدِیْنَةِ

ترجمہ: اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی، میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر ان کو مار نہ ڈالوں۔

منافقین کی رائے:

اس موقع پر رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبَیّ ابن سلول بھی اپنے ساتھ 300 افراد لے کر اپنے غلط مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے شریک ہوا۔ اس کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر جنگ کی جائے کیونکہ یہ مدینہ کی تاریخ ہے کہ مدینہ کے رہنے والوں نے جب بھی اندر رہ کر جنگ لڑی ہے ان کو فتح ملی ہے۔

اُحد کی طرف روانگی اور منافقین کی غداری:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن عصر کے بعد فیصلہ فرمایا کہ مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے اور جنگ کی تیاری فرمائی چنانچہ 1000 کا لشکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مدینہ سے اُحد کی طرف نکلا، جس میں صرف 2 گھوڑے تھے، ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبکہ دوسرا حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ لشکرِ اسلام مغرب سے پہلے مدینہ سے نکلا اور شیخین کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس موقع پر عبد اللہ بن اُبَیّ منافق اپنے ساتھ 300 افراد لے کر یہ کہتے ہوئے واپس چلا گیا کہ جنگ ہمارے مشورے کے مطابق نہیں ہے اس لیے ہم اس میں اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتے۔

صف بندی اور دو بدو لڑائی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی فرمائی۔ سامنے مدینہ پشت کی جانب اُحد پہاڑ تھا۔ محفوظ طریقہ پر صفیں بنائی گئیں۔ مشرکین کی طرف سے مبارزت (میدان میں مقابلے کے لیے اپنے فریق کو للکار کر لڑنے کی دعوت دینا) کرتے ہوئے میدان میں طلحہ بن ابی طلحہ اترا، مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترے اور اس کو قتل کیا، اس کے بعد عثمان بن ابی طلحہ میدان میں آیا تو اس کے مقابلے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

میدان میں اترے اور اسے قتل کیا پھر ابو سعد بن ابی طلحہ آیا تو اس کے مقابلے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ میدان میں اترے اور اسے قتل کر دیا پھر اس کے بعد عمومی جنگ شروع ہوئی اور افرا تفری مچ گئی۔

جبلِ رماۃ پر مقرر دستہ:

اُحد پہاڑ کی دوسری طرف ایک پہاڑی ہے جو جبلِ رماۃ کے نام سے معروف ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ جب تک میرا حکم نہ ہو۔ تم لوگوں نے یہاں سے ہٹنا نہیں، خواہ فتح ہو یا شکست۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی جاںثاری اور جوانمردی کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور مشرکین بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ کچھ مسلمان ان کو بھگا رہے تھے اور کچھ مال غنیمت اکٹھا کر رہے تھے۔

خالد بن ولید کا حملہ:

دَرَّہ پر مقرر تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکثر نیچے اتر کر اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر غنیمت اکٹھی کرنے لگے۔ دوسری طرف خالد بن ولید جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے درہ خالی دیکھا اور اچانک حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درّے سے نیچے اترنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جب تک میں نہ کہوں آپ نے یہاں سے نہیں ہلنا چاہے فتح ہو یا شکست۔ اس کے باوجود وہ نیچے کیوں اترے؟

پہلی وجہ... اجتہادی خطا:

پہلی بات یہ ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد تھا اور اس میں خطا سرزد ہو گئی۔ اللہ رب العزت نے ان کی اس اجتہادی خطا کو معاف فرما دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ان پر اعتراض کریں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ

مِّنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَرٰىكُمۡ مَّا تُحِبُّوۡنَ‌ؕ مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَ مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ‌ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمۡ عَنۡهُمۡ لِيَبۡتَلِيَكُمۡ‌ ۚ وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ:152

ترجمہ: اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم انہیں بحکم خداوندی کاٹ رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب تم نے کمزوری دکھائی اور [رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے] حکم کے بارے میں آپس میں اختلاف کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری محبوب چیز [فتح] دکھائی تو تم نے [اپنے امیر کی] نافرمانی کی۔ تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طلبگار تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمانے کے لیے ان کی طرف سے تمہارا رخ پھیر دیا۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرما دیا ہے اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی معافی کا یوں اعلان فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ الشَّيۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا كَسَبُوۡا ‌ۚ وَلَقَدۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ:155

ترجمہ: دو لشکروں کی مڈبھیڑ والے دن تم میں سے جن لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی، درحقیقت شیطان نے انہیں ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کر دیا تھا۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، تحمل والا ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے معاف فرما دینے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزام درست نہیں۔

دوسری وجہ... مذموم دنیا مراد نہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غنیمت کو اکٹھا کرنے کے لیے درے سے نیچے اترے اسی کو قرآن نے مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اس دنیا سے وہ دنیا مراد نہیں جس کی قرآن وسنت میں مذمت بیان کی گئی ہے یعنی جس میں مشغول ہو کر بندہ آخرت سے غافل ہو جائے۔ بلکہ یہاں دنیا سے مراد مال غنیمت ہے اس پر دنیا کا لفظ مجازاً بولا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حلال اور پاکیزہ مال ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

سورۃ الانفال، رقم الآیۃ: 69

ترجمہ: چنانچہ اب تم نے جو مالِ غنیمت حاصل ہے، اسے حلال اور پاکیزہ سمجھ کر کھاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

فائدہ: اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزام درست نہیں۔

تیسری وجہ... دہرا ثواب کمانے کا جذبہ:

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگ کی ابتداء سے مورچے پر مامور تھے، انہیں میدان میں اتر کر لڑائی کا موقع ہی نہ ملا، اگرچہ مورچہ سنبھالنے کا اور پہرے کا ثواب ملا لیکن انہوں نے یہ سمجھا کہ ہمیں میدان میں اتر کر بہادری کے ساتھ لڑنے اور کفار کو بھگانے والی شجاعت کا ثواب نہیں مل رہا۔ اب جب انہیں دشمن کے بھاگ جانے کا اور لشکر اسلام کے فتح یاب ہونے کا یقین ہوا تو وہ نیچے اتر آئے تاکہ دونوں اجر حاصل کر سکیں مورچہ پر پہرے دینے والا بھی اور میدان میں جہاد و قتال کرنے والا بھی۔ جب کفار میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مبارک جذبے کے تحت درے سے نیچے اترے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا، اس بابرکت کام میں ان کی مدد کرنے لگے۔

یہ حضرات قُربِ خدا اور قُربِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام پر فائز تھے کہ جہاں ان کی صورتاً لغزش پر بھی محبوبانہ عتاب نازل ہوا۔ لیکن جہاں یہ محبوبانہ عتاب نازل ہوا اسی کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کا اعلان بھی کر دیا اور محبت کی شدت اور انتہاء کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ تسلی پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ فوراً ساتھ دوسری مرتبہ بھی ازراہ شفقت مزید فرمایا کہ بخش دیا ہے۔ اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں محبت بہت زیادہ ہو تاکہ کمال محبت کا اظہار ہو جائے۔

فائدہ: یہ واقعہ تکوینی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کرایا گیا تاکہ خدا تعالیٰ کی ان سے محبت سب کے سامنے آشکار ہو سکے، ان سے محبت خداوندی کا اظہار ان کے لیے اعزاز ہے ان پر الزام نہیں۔

جنگ ہاتھ سے نکل گئی:

خالد بن ولید جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے شدید حملہ کر دیا جس کے بعد مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا صرف دس افراد درہ پر باقی بچے تھے اور گیارہویں حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ تھے سب شہید ہو گئے اب جیتی ہوئی جنگ بظاہر ہاتھ سے نکل گئی۔ اس افراتفری کی شدید کیفیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے چند مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

حضرت ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ کی دلیری:

حضرت ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ انتہائی بہادر اور نڈر تھے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار عطا فرمائی تو انہوں نے اپنے سر پر ایک سرخ عمامہ باندھا اور میدان میں دلیروں کی طرح کود پڑے اور اشعار پڑھتے ہوئے کفار کی صفوں کو چیرتے گئے اور جس طرف رخ کرتے کفار کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے اور جو شخص بھی سامنے آتا اس کی لاش زمین پر گرتی۔

ایک عجیب واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ (فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا) آئی پہلے تو اس پر تلوار اٹھائی لیکن فوراً وار روک لیا کہ مرد کو زیب نہیں عورت پر تلوار چلائے اور پھر وہ تلوار بھی نبوت کی عطا کردہ ہو۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب بھی اس جنگ میں شریک تھے، آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَسَدُ اللّٰہِ وَاَسَدُ رَسُوْلِہٖ یعنی اللہ اور اس کے رسول کا شیر قرار دیا تھا۔

غزوہ بدر میں جبیر بن مطعم کے چچا طُعَیمہ بن عدی کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا جبیر کو اس کا بہت صدمہ تھا انتقام کے طور پر جبیر نے اپنے غلام وحشی بن حرب سے کہا: اگر تو میرے چچا کے قاتل حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرے تو تُو آزاد ہے چنانچہ جب کفار قریش غزوہ احد کے لیے مکہ سے روانہ ہوئے تو وحشی بھی ان کے ہمراہ چل پڑا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ جب جنگ اُحد شروع ہوئی تو کفار کی طرف سے سباع بن عبد العزیٰ میدان میں للکارتا ہوا آیا تو اس کے مقابلہ کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے اترے اے سباع! اے عورتوں کے ختنے کرنے والی عورت کے بیٹے! تو اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرے گا؟ پھر اس پر تلوار سے وار کیا اور ایک ہی وار سے اسے واصل جہنم کر دیا۔

وحشی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوا تھا جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے پیچھے کی طرف سے حملہ کر دیا اور نیزہ مارا جو کہ ناف کی طرف سے پار ہو گیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس حملے کی شدت کی وجہ سے تھوڑی ہی دیر بعد شہید ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کا مُثلہ (اعضاء کاٹنا) کیا گیا۔ انتہائی ظلم اور بے دردی سے آپ رضی اللہ عنہ کی ناک، آپ کے کان کاٹے گئے، آپ کے پیٹ کو چاک کیا گیا، کلیجہ نکالا گیا اور اسے چبایا گیا۔

فائدہ: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل؛ وحشی بعد میں مسلمان ہوئے جن کے قبول اسلام کا واقعہ فتح مکہ کے بعد آ رہا ہے۔

حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بڑی بہادری اور دلیری سے لڑے آپ کا مقابلہ ابو سفیان سے ہوا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان پر وار کرنا چاہا لیکن ایک کافر نے آپ پر پیچھے کی جانب سے حملہ کر دیا جس سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے حنظلہ کو دیکھا کہ فرشتے ان کو چاندی کے برتنوں سے بادل کے پانی سے غسل دے رہے ہیں اس لیے ان کو "غَسِیْلُ الْمَلَائِکَۃِ" کہا گیا اور اسی لقب سے مشہور ہوئے۔

ان کی بیوی جن کا نام جمیلہ تھا صحابیہ تھیں اور عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کی بہن تھیں جب ان سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ فجر کے وقت عدم غسل کی حالت میں ہی میدانِ جنگ چلے گئے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ایک رات قبل ان کی بیوی نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ

کھلا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہوئے اور پھر وہ دروازہ بند ہو گیا۔ بیوی نے اس خواب سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تعبیر سمجھی اور وہ تعبیر پوری ہوئی۔

حضرت مُصْعَب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

جب دشمن نے دَرّہ کے راستے سے حملہ کیا تو مسلمانوں کی صفوں کی ترتیب باقی نہ رہی اور کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب پہنچ گئے۔ اُحد میں مسلمانوں کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مردانہ وار لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی تو کسی نے یہ خبر پھیلا دی کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔

حضرت یَمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس خبر کو سنتے ہی مسلمانوں کے لشکر میں بدحواسی پھیل گئی جس کی وجہ سے اپنے اور پرائے کا علم نہ رہا، اسی گھمسان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ افراتفری کے عالم میں مسلمانوں کو پتہ نہ چلا اور حضرت یمان رضی اللہ عنہ اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بہت آواز لگائی لیکن اتنے شور میں کوئی کیسے سنتا؟

حضرت زَیّاد بن سَکَن رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر پڑے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو میرے قریب لاؤ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لے آئے۔ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ نے اپنے رخسار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں پر رکھ دیے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔

انگلی مبارک پر زخم:

حضرت جندب بن سفیان بَجَلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی پر پتھر

سے چوٹ لگ گئی جس کی وجہ سے انگلی مبارک سے خون نکل پڑا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھا:

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ

تو ایک انگلی ہی ہے جو خون آلود ہو گئی ہے

وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ مَا لَقِيْتِ

اور تجھے یہ تکلیف بھی تو اللہ کے راستے میں ہی آئی ہے

آپ ﷺ کا دندان مبارک شہید:

عُتبہ بن ابی وقاص جو کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا، اس نے اس افراتفری کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا اور پتھر پھینکا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید اور نچلا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جتنا حریص اپنے بھائی کے قتل کا ہوں اتنا کسی کے قتل کا نہیں۔

آپ ﷺ کے رخسار اور سر مبارک زخمی:

عبد اللہ بن قَمِئَہ نے بھی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا۔ یہ قریش کا مشہور پہلوان تھا اس نے اتنی شدت سے حملہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخسار مبارک زخمی ہو گئے اور خَود (جنگی ٹوپی کے) دو حلقے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے میں گھس گئے۔ عبد اللہ بن شہاب (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) نے پتھر مارا جس سے پیشانی مبارک زخمی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں سے خون بہنے لگا جس کو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ (جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد ہیں) نے چوس کر نگل لیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَسّ دَمِيْ دَمَهٗ لَمْ تُصِبْهُ النّارُ

ترجمہ: جس کے خون میں میرا خون بھی شامل ہو جائے اس پر جہنم کی آگ اثر نہیں کرے گی۔

گڑھے کی آغوش میں:

ابو عامر فاسق نے ایک گڑھا مسلمانوں کے لیے تیار کر رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس گڑھے میں گر پڑے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک کو سہارا دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک تھام کر اس گڑھے سے باہر نکالا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانثاری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو جسم پر زرہوں (لوہے کا بنا ہوا جنگی لباس) کی وجہ سے چڑھنا مشکل تھا اور زخمی ہونے کی وجہ سے ضعف اور کمزوری ہو گئی تھی تو اس موقع پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بیٹھ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر اپنے پاؤں مبارک رکھے اور اوپر چڑھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ فرماتے ہوئے سنا: اَوْجَبَ طَلْحَةُ

طلحہ نے اپنے لیے جنت کو واجب کر لیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے ہاتھوں سے روکتے رہے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شل ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے بدن پر اُحد کے دن 35 یا 39 زخم لگے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: احد کا سارا دن ہی طلحہ کی جانثاری کا دن ہے۔

تیر چلاؤ! میرے ماں باپ قربان:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیر انداز تھے اُحُد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر ان کو دیے اور فرمایا:

اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ۔

ترجمہ: تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

اس دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار کے قریب تیر چلائے۔

فائدہ: دوسرے وہ صحابی جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ فرمایا وہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔

جَبلِ اُحد سے جنت کی خوشبو:

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں، اُحد میں بڑی دلیری سے لڑتے رہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی غلط خبر مشہور ہوگئی تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے ہیں تو کیا ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تو زندہ ہے جس دین کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی ہم بھی اسی دین کی خاطر جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں گے کیونکہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہ کر بھی کیا کرنا ہے؟

اس کے بعد لشکرِ کفار میں گھس گئے، شہادت تک لڑتے رہے اور شہادت سے قبل فرمانے لگے کہ مجھے اُحد کے پہاڑوں سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ اس دن آپ رضی اللہ عنہ کے بدن مبارک پر تیر اور تلوار کے 80 سے زائد زخم لگے تھے۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بڑی بہادری اور دلیری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ آپ کے جسم پر تیر اور تلوار کے 70 زخم تھے۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تلاش شروع کی۔ بالآخر جب میں ان کے پاس پہنچا ان کے جسم میں ابھی تک زندگی کے کچھ آثار باقی تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تمہاری ملاقات سعد سے ہو تو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ اِس وقت اپنی حالت کیسی پاتے ہیں؟

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ تم پر بھی سلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سلام کہنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اے اللہ کے رسول! میں اس وقت جنت کی

خوشبو سونگھ رہا ہوں اور میرا دوسرا پیغام اپنی قوم کے نام یہ ہے کہ اگر تم لوگوں کے ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی اور تم میں سے ایک آنکھ بھی دیکھنے والی باقی رہی (یعنی کوئی زندہ رہا) تو یاد رکھنا کہ اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا یہ فرمایا اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔

دو مبارک دعائیں:

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک دوسرے سے ملے اور جنگ سے پہلے دونوں نے یہ بات طے کی کہ ہم دونوں الگ بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

فائدہ: آمین کا معنیٰ ہوتا ہے کہ اے اللہ! اس دعا کو قبول فرما۔

ایک نے دعا مانگی کہ جنگ کے دن میرا مقابلہ کسی جنگجو مشرک سے ہو اور وہ مجھے شہید کر دے۔ دوسرے نے دعا مانگی کہ میرا مقابلہ کسی جنگجو سے ہو جائے اور میں اس کو قتل کر دوں چنانچہ جنگ کے دن ایسا ہی ہوا۔

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنا اپنا ذوق رکھتے تھے، کسی کو اللہ کے راستے میں کافر کی جان لے لینا محبوب ہے اور کسی کو اپنی جان دے دینا محبوب ہے۔

اُبَیّ بن خَلف کا قتل:

دشمنِ اسلام ابی بن خلف نے غزوہ احد سے پہلے ایک گھوڑا اس نیت سے پالا تھا کہ اس پر سوار ہو کر (العیاذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو میں ہی قتل کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

احد والے دن جنگ کے دوران آمنا سامنا ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس کھڑے ایک صحابی سے نیزہ لیا اور اس کی گردن پر دے مارا جس سے وہ چیختا چلاتا وہاں سے دوڑا اور وہ دوڑتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قتل کر ڈالا ہے۔ اس کے ساتھیوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ اتنا معمولی سا زخم ہے اس پر اتنا چیخ رہا ہے یہ کوئی اتنا بڑا اور گہرا زخم بھی نہیں۔ تو وہ کہنے لگا کہ کیا تم جانتے نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا اور اللہ کی قسم! اگر یہ تکلیف تمام عرب میں تقسیم کر دی جائے تو سب

لوگ مر جائیں گے۔ بالآخر مکہ مکرمہ کے قریب مقام سَرف میں اسی تکلیف سے مر گیا۔

نوٹ: دنیا کے دو انسان سب سے زیادہ بد بخت اور بد نصیب ہیں ایک وہ جو کسی نبی کو شہید کرے، دوسرا وہ جسے کوئی نبی اپنے ہاتھوں سے قتل کرے۔

غزوہ اُحد میں چند معجزات کا ظہور:

1: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہوئی اور رخسار کی طرف نکل آئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ رکھ کر لعاب مبارک لگایا اور دعا دی، جس کی برکت سے وہ اسی وقت ٹھیک ہو گئی۔

2: حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک چھڑی عطا فرمائی جو ان کے ہاتھ میں جاتے ہی تلوار بن گئی، اس کا نام "العُرجُون" تھا۔

3: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان مبارک کی تانت (کمان میں موجود وہ دھاگہ جس پر تیر رکھ کر کھینچا جاتا ہے) ٹوٹ گئی، یہاں تک کہ قابل استعمال نہ رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جس کی برکت سے وہ اتنی لمبی ہو گئی کہ کمان پر لپیٹنی پڑی۔

4: اللہ رب العزت نے مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمانوں سے فرشتے بھیجے، جن میں حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام شامل تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم کافروں کو دیکھتے تھے کہ ان کی گردنیں کٹ کٹ کر گر رہی تھیں جبکہ مقابلے میں کوئی انسان موجود نہیں تھا۔

اس غزوہ میں ابتداءً مسلمان فاتح ہو گئے اور پھر درمیان میں کچھ نقصان ہوا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور مسلمان سنبھل گئے مزید نقصان نہ ہوا۔

نوحہ کی حرمت:

3 ہجری غزوہ احد کے بعد نوحہ کی حرمت و ممانعت نازل ہوئی۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:3129

ترجمہ: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نوحہ (اللہ کے فیصلے پر شدید بے صبری کا اظہار) کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:1297

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو مصیبت کے وقت رخساروں کو پیٹے، گریبان چاک کرے اور (میت وغیرہ پر) زمانہ جاہلیت کی طرح زور زور سے آوازیں نکالے (یعنی نوحہ کرے)۔

فائدہ: اگر کوئی شخص بلند آواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے تو یہ نوحہ نہیں کہلائے گا۔ اصل مدار الفاظ پر ہے اگر اللہ کے فیصلے پر رضامندی والے الفاظ ہیں تو نوحہ نہیں اور اگر شکوہ والے ہیں تو وہ نوحہ ہے۔

غزوہ حمراء الاسد:

سن 3 ہجری 16 شوال المکرم کو غزوہ اُحد سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 13 کلومیٹر دور مقام "حمراء الاسد" کی طرف تشریف لے گئے اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔

غزوہ کا سبب:

جس رات احد سے واپسی ہوئی دوسرے دن صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی: میں اپنے گھر والوں کے پاس سے آرہا تھا جب میں فلاں مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قریش وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو یہ کہتے سنا: "تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا ان مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے سردار تو زندہ ہیں جو پھر تمہارے خلاف لشکر جمع کر لیں گے۔ آؤ واپس چلو ہم ان سب کا بھی خاتمہ کر دیں۔"

مگر صفوان ابن امیہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان لوگوں کی رائے سے اختلاف کر رہے

تھے اور کہہ رہے تھے: "لوگو! ایسا نہ کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مسلمان جو لشکر کے ساتھ نہیں تھے تم پر حملہ آور نہ ہو جائیں اس لیے واپس لوٹ چلو، ابھی تو فتح اور کامیابی تمہارے ساتھ ہے مگر ڈر ہے کہ تم نے پھر مدینے کا رخ کیا تو کہیں یہ فتح و کامرانی تمہارے خلاف نہ پڑ جائے۔"

حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صفوان نے ان لوگوں کو صحیح راستہ دکھلایا حالانکہ وہ خود صحیح راستہ نہیں دیکھتا۔"

شیخین رضی اللہ عنہما سے مشاورت اور کوچ کا حکم:

اس کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان کو عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی خبر سنائی، دونوں نے عرض کی: "یارسول اللہ دشمن کا پیچھا کیا جائے تاکہ وہ لوگ ہماری عورتوں اور بچوں پر حملہ آور نہ ہو سکیں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو قتال فی سبیل اللہ کی بھرپور ترغیب دی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کریں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دشمن کا پیچھا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور یہ کہ صرف وہی لوگ اس میں شریک ہوں جو غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو اجازت:

اسی دوران حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں غزوہ احد میں شریک نہیں ہو سکا تھا اور وجہ یہ تھی کہ میری بہنیں ہیں اور میرے والد نے مجھے حکم دیا: بیٹے! یہ بات نہ میرے لیے مناسب ہے اور نہ آپ کے لیے کہ ہم اپنی ان عورتوں کو اس حال میں چھوڑ جائیں کہ ان کے پاس کوئی مرد نہ ہو۔

ادھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لیے اپنے مقابلے میں تمہیں ترجیح نہیں دے سکتا، ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی دولت میسر فرمادیں لہٰذا تم اپنی بہنوں کے پاس رہو! چنانچہ اس طرح میں بہنوں کی نگرانی کے لیے یہاں رہ گیا تھا اور انہوں نے شہادت کے لیے اپنے آپ کو مجھ پر ترجیح دی! لہٰذا مجھے بھی اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت عطا فرمائیں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت عنایت فرمادی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی لباس پہنا، سوائے آپ کی مبارک آنکھوں کے چہرہ مبارک کا کوئی حصہ نظر نہیں آرہا تھا۔ آپ کے ساتھ وہ تمام جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی روانہ ہوئے جو اُحد میں آپ کے ساتھ شریک تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی حالت:

روانگی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی حالت میں تھے، چہرہ مبارک زرہ کی کڑیاں گڑ جانے کی وجہ سے زخمی، دندان مبارک شہید، ہونٹ مبارک زخمی، دایاں کندھا مبارک زخمی اور آپ کے دونوں گھٹنے مبارک بھی ایک گڑھے میں گر جانے کی وجہ سے زخمی تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت:

یہی حالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی وہ بھی زخموں سے چُور تھے، حضرت اُسید بن حُضَیر اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما کے جسموں پر 9،9 زخم تھے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جسم پر 20 سے زائد زخم تھے جبکہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر 70 سے زائد زخم تھے۔

دو انصاری بھائیوں کا واقعہ:

دو انصاری بھائی حضرت عبد اللہ بن سہیل اور حضرت رافع بن سہیل رضی اللہ عنہما غزوہ احد میں شدید زخمی ہوئے۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کی بنسبت زیادہ زخمی ہوئے کہ چلنا بھی مشکل تھا۔ جس وقت باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حمراء الاسد کی طرف تشریف لے جارہے تھے اس وقت انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیسے جایا جائے؟ کیونکہ نہ سواری اور نہ ہی چلنا ممکن۔

ایک نے دوسرے سے کہا: کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ میں شریک ہونے سے محروم رہ جائیں گے! بہر حال دونوں زخموں سے چُور بدن کے ساتھ چل پڑے، جب حضرت رافع رضی اللہ عنہ تھک جاتے تو ان کے بھائی حضرت عبد اللہ ان کو اپنی کمر پر اٹھا لیتے اور جب حضرت عبد اللہ اٹھا اٹھا کر تھک جاتے تو انہیں

اتار دیتے، پھر کچھ قدم دونوں پیدل چلتے پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو اپنی کمر پر سوار کر لیتے۔ اسی طرح چلتے چلتے دونوں بھائی حمراء الاسد تک پہنچے۔

یہ عشاء کا وقت تھا پہرے پر موجود حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو انہوں نے اپنی مجبوری بتلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دی۔

مدینہ منورہ واپسی:

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور ابو سفیان اپنے لشکر کو لے کر مکہ کی جانب بھاگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تین دن قیام فرمایا اور واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

3 ہجری ماہ ذوالحج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے بعوض 400 درہم حق مہر نکاح کر لیا۔

معیت رسول کا مختصر زمانہ:

آپ رضی اللہ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کو نہیں ملا۔ بلکہ نکاح کے کچھ ہی عرصہ بعد 4 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ وفات پا گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا اور آپ کو مدینہ منورہ جنت البقیع نامی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

امہات المومنین میں سے صرف سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا یہ اعزاز ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا۔

مشق نمبر 8

مختصر جواب دیں:

1. غزوہ احد کب پیش آیا؟
2. عبد اللہ بن ابی ابن سلول تین سو کا لشکر لے کر واپس کیوں لوٹا؟
3. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درے سے نیچے اترنے کی کوئی ایک وجہ تحریر کریں۔
4. غزوہ احد میں ظاہر ہونے والے معجزات میں سے ایک معجزہ لکھیں۔
5. نوحہ کی حرمت کب نازل ہوئی؟
6. نوحہ کرنے والی کا قیامت کے دن عذاب کیا ہے؟
7. سیدہ زینب بن خزیمہ رضی اللہ عنہا کتنا عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رہیں؟
8. صَفِیّ کی تعریف کریں۔
9. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہتے ہیں؟

خالی جگہ پر کریں:

1. تین ہجری تقریباً نصف رمضان المبارک........... کی ولادت ہوئی۔
2. تلوار کا ہلنا........... سے کنایہ ہے۔
3. حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ........... تیر اندازوں کو پہاڑ پر مقرر فرمایا گیا۔
4. اللہ رب العزت نے غزوہ احد میں شریک تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس........... خطا کو معاف فرما دیا ہے۔
5. .... کے جسم مبارک کا مُثلہ کیا گیا۔
6. جس کے پیٹ میں نبی کا خون ہو اس پر........... اثر نہیں کرے گی۔
7. دنیا کا سب سے بد بخت اور بد نصیب شخص وہ ہے جو کسی........... کو شہید کرے۔

8. غزوہ احد کے بعد............ کی حرمت و ممانعت نازل ہوئی۔

9. .... کے علاوہ کسی کو یہ شرف حاصل نہ ہوا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1: اگر میری دس بیٹیاں ہوتی تو میں یکے بعد دیگرے نکاح میں دے دیتا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ   حضرت عثمان رضی اللہ عنہ   حضرت علی رضی اللہ عنہ

2: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا جنت میں آپ کی ہوں گی:

اہلیہ   پڑوسن

3: عبد اللہ ابن ابی افراد کو لے کر اپنے غلط مقاصد کے لیے نکلا:

دو سو   تین سو   چار سو

4: "اَسَدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهٖ" کا لقب ملا:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو   حضرت علی رضی اللہ عنہ کو   حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

سن 4 ہجری

خاتم النبیین ﷺ سے یہودیوں کی بدعہدی، غزوہ بنو نضیر، شراب کی حرمت
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت، غزوہ بدرِ موعد، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی

سریہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ (حادثہ رجیع):

سن 4ہجری ماہ صفر المظفر میں سریہ رجیع پیش آیا۔ رجیع مکہ اور عُسفَان کے درمیان واقع ایک جگہ کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے حالات دریافت کرنے اور ان کے اسلام دشمن عزائم سے آگاہی کے لیے جاسوسی کے طور پر دس افراد کو بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ انہی دنوں میں قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو بھیج دیں تاکہ وہ ہمیں قرآن کریم اور اسلامی احکام کی تعلیم دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ کام بھی سپرد فرمایا کہ وہاں جا کر قرآن کریم کی تعلیم دو اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقام رجیع پر پہنچے تو ان لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ غداری کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی مقام پر ٹھہرا کر خود قریب میں موجود قبیلہ بنو لحیان کی طرف گئے اور ان سے کہا کہ اصحاب محمد آئے ہوئے ہیں ان کو مار ڈالو۔ تھوڑی دیر میں قبیلہ بنو لحیان کے لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پڑاؤ والی جگہ کا گھیراؤ کر لیا۔ امیر لشکر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ بنو لحیان نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا آپ نیچے اتر آئیں ہم آپ کو امان دیتے ہیں۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کافر کی امان کی کوئی ضرورت نہیں اور میں کبھی کافر کی امان میں نہیں اتروں گا اور یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اخْبِرْ عَنَّا رَسُوْلَكَ

اے اللہ! ہماری حالت سے اپنے رسول کو باخبر فرما دیجیے۔

دوسری دعا یہ فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَحْمِیْ لَكَ الْیَوْمَ دِیْنَكَ فَاَحْمِ لِیْ لَحْمِیْ

اے اللہ! آج کے دن میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں آپ میرے جسم کی ان کافروں سے حفاظت فرمانا۔

کفار نے جنگ شروع کی، تیر برسائے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو اپنے چھ ساتھیوں سمیت شہید کر دیا۔

کفار کی غداری:

تین صحابہ حضرت عبد اللہ بن طارق، زید بن دثنہ اور خبیب بن عدی رضی اللہ عنہم مشرکین کے بار بار امن اور امان کے وعدے کی بنیاد پر ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔ جب یہ حضرات نیچے اترے تو کفار نے ان پر اچھی طرح قابو پالیا اور انہی کے کمانوں کی تانتوں سے ان کو باندھ دیا۔ حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یہ تمہاری پہلی غداری ہے اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

کفار نے زبردستی ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن حضرت عبد اللہ نے چلنے سے انکار کر دیا بالآخر کفار نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، جبکہ حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو مکہ لے گئے اور بیچ دیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان بن امیہ نے اپنے باپ کے بدلہ میں شہید کرنے کے لیے خریدا کیونکہ امیہ بن خلف بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا جبکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بدر میں حارث بن عامر قتل ہوا تھا اس وجہ سے حارث کے بیٹوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خرید لیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت:

صفوان نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ حرم کی حدود سے باہر تنعیم نامی ایک جگہ میں شہید کروانے کے لیے بھیج دیا۔ قریش آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا نظارہ دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے، ابو سفیان بن حرب بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے لایا گیا تو اس موقع پر ابو سفیان نے پوچھا: اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے اور تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا جائے اور تم اپنے گھر سکون سے رہو؟

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ بات بھی گوارہ نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک میں کوئی کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر آرام سے بیٹھا رہوں۔

ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے کسی کو کسی شخص کا اس درجہ محب اور مخلص دوست اور جانثار نہیں دیکھا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محب اور جانثار ہیں۔

نَسطاس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی کرامت:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ تک ان لوگوں کی قید میں رہے۔ جب شہادت کا وقت قریب تھا اس سے پہلے حارث کی بیٹی زینب سے (جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ رضی اللہ عنہا) سے صفائی کے لیے استرہ مانگا، زینب نے آپ رضی اللہ عنہ کو استرہ دیا اور آپ صفائی کرنے لگے تو کچھ دیر بعد زینب کا بچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا اور استرہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ زینب گھبرا کر آئی تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں یہ خطرہ تھا کہ میں تمہارے بچے کو قتل کر دوں گا؟ ہم لوگ دھوکا نہیں دیتے۔ میں ایسا کام کبھی نہیں کروں گا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسلام لانے کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو بیان کرتی تھیں کہ میں نے کوئی قیدی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو انگور کے خوشے کھاتے ہوئے دیکھا ہے حالانکہ ان دنوں مکہ میں کہیں بھی اس پھل کا نام و نشان نہیں تھا اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اس وقت بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ خود انگور لینے کہیں جا نہیں سکتے تھے ان کو یہ رزق محض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی غرض سے حرم کی حدود سے باہر تنعیم میں لے گئے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دے دو جس میں میں دو رکعت نماز نفل پڑھ لوں۔ کفار نے اجازت دے دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور مشرکین کو متوجہ کر کے فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے نماز لمبی نہیں کہ کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں نے موت کے ڈر سے نماز لمبی کی ہے۔ اس کے بعد آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا

اے اللہ! ان کو ایک ایک کر کے اپنی گرفت میں لیجیے! انہیں چن چن کے قتل کر دیجیے، ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ باقی چھوڑیئے۔ اور یہ شعر پڑھے:

فَلَسْتُ　أُبَالِيْ　حِيْنَ　أُقْتَلُ　مُسْلِمًا

جب اللہ کی رضا کے لیے میری شہادت ہو تو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں

عَلٰى　أَيِّ　جَنْبٍ　كَانَ　لِلّٰهِ　مَصْرَعِي

چاہے جس پہلو پر لٹا کر مار دیا جاؤں

وَذٰلِكَ　فِيْ　ذَاتِ　الْإِلٰهِ　وَإِنْ　يَّشَأْ

اور یہ سب اللہ تعالی کی رضا کی خاطر ہے اگر وہ چاہے

يُبَارِكْ　عَلٰى　أَوْصَالِ　شِلْوٍ　مُمَزَّعِ

میرے بدن کے ٹکڑے شدہ اعضاء میں برکت ڈال دے

اس کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

100 اونٹوں کا انعام:

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں سلافہ بنت سعد نامی عورت کے دو بیٹوں کو قتل کیا تھا اس وجہ سے اس نے یہ منت مانی تھی کہ میں عاصم کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی اور اس نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لائے گا اس کو 100 اونٹ دوں گی۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دونوں دعائیں قبول:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں پہلی یہ کہ ہماری حالت کی خبر اپنے رسول کو فرما اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اطلاع پہنچائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبر دی۔

دوسری دعا اپنے جسم کی حفاظت کے لیے تھی وہ بھی قبول ہوئی۔ قبیلہ ہُذیل کے چند لوگ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے سر لانے کے لیے وہاں گئے تاکہ 100 اونٹ حاصل کر سکیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی دشمنوں سے حفاظت کی صورت یہ بنائی کہ شہد کی مکھیوں کا ایک

بہت بڑا جتھہ بھیج دیا جس نے آپ رضی اللہ عنہ کے وجود کو ہر طرف سے گھیر لیا۔

کسی کافر کو ہمت نہ ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے قریب جاتا۔ انہوں نے یہ کہہ کر اس وقت وہ جگہ چھوڑ دی کہ شام کو یہ مکھیاں چلی جائیں گی تو اس وقت ان کا سر لے جائیں گے۔ لیکن رات کے وقت ایک سیلاب آیا جو آپ رضی اللہ عنہ کے مبارک وجود کو بہا کر لے گیا، اس طرح کفار کی پہنچ سے آپ کے وجود کو محفوظ رکھا گیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسم کی حفاظت:

مشرکین مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا کر چھوڑ دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ خبیب کی میت کو لے آؤ۔ یہ دونوں حضرات مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، جب تنعیم کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا مبارک وجود پھانسی کے پھندے پر جھول رہا ہے اور اس کا پہرہ دینے کے لیے 40 لوگ ارد گرد موجود ہیں۔ حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما نے پہریداروں کو غافل دیکھ کر جلدی سے آپ کے وجود مبارک کو اتارا اور گھوڑے پر رکھ کر تیزی سے چل پڑے۔

40 دن سولی پر گزرنے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک بالکل ترو تازہ تھا اور کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔ جب کفار بیدار ہوئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے وجود کو گم پایا، فوراً اس کی تلاش میں نکلے اور حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے وجود مبارک کو زمین پر رکھا تو زمین پھٹی اور آپ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو نگل گئی۔ اس وجہ سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ "بَلِیْعُ الْاَرْضِ" (زمین کا نوالہ) کے نام سے مشہور ہوئے۔

سریہ منذِر بن عمرو الساعدی رضی اللہ عنہ / بئرِ مَعُونہ:

سن 4 ہجری ماہ صفر المظفر میں "قبیلہ بنو عامر" کا ایک شخص عامر بن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے اس نے قبول نہ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا آپ ہمارے ساتھ اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج دیں تاکہ وہ ہمارے لوگوں کو اسلام سکھائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نجد والوں سے خطرہ ہے۔

عامر بن مالک جس کی کنیت ابو براء ہے کہنے لگا میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس کی ضمانت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے 70 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو قراء کہا جاتا تھا ان کے ساتھ بھیج دیے۔ ان کے امیر حضرت مُنذِر بن عمرو الساعدی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو دیا کہ بنو عامر کے سردار عامر بن طُفیل کو دے دیں۔

مدینہ منورہ سے نکل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب "بئرِ معونہ" نامی مقام پر پہنچے، وہاں قیام فرمایا۔ تو حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط قبیلے کے سردار عامر بن طفیل کو دیا۔ اس نے فوراً ایک شخص کو آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا اشارہ کیا اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے نیزہ مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کے آر پار ہو گیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ

اللہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

عامر بن مالک نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امان دی تھی اس لیے جب عامر بن طفیل نے اپنے قبیلہ والوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل کا حکم دیا تو عامر بن طفیل کے چچا ابو بَراء عامر بن مالک نے ان کو قتل کرنے سے روکا اور اپنے قبیلے والوں کو بھی منع کیا۔ عامر بن طفیل کو جب اپنے قبیلے سے مدد نہ ملی تو اس نے دیگر قبائل رِعل، ذَکوان اور عُصی سے مدد مانگی ان قبائل نے مدد کی حامی بھر لی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے قصور شہید کر دیا۔

ایک صحابی حضرت کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بے ہوش تھے ان کو فوت شدہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ بعد میں ہوش میں آئے زندہ رہے اور غزوہ احزاب (خندق) میں شہید ہوئے۔

دو صحابی حضرت مُنذِر بن محمد اور عمرو بن امیہ ضَمُرِی رضی اللہ عنہما دور جنگل میں اپنے قافلے کے جانور چرانے گئے ہوئے تھے آسمان کی طرف دیکھا تو زیادہ تعداد میں پرندے (گدھ وغیرہ) اڑتے ہوئے نظر آئے، جس سے یہ سمجھ گئے کہ کوئی خاص بات ہے جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام دوست شہید ہو چکے تھے۔

آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ مدینہ

منورہ جاکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں سارا معاملہ رکھتے ہیں جبکہ مُنذِر بن محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مقابلہ کرتے ہیں اور شہادت حاصل کرتے ہیں پھر دونوں لڑے اور منذر بن محمد رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمالیا اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا گیا۔ عامر بن طفیل نے آپ رضی اللہ عنہ کے بال کٹوا کر آزاد کر دیا اور کہا کہ میری ماں نے غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی میں اس کے بدلے تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

اس واقعہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ ان کے جسم مبارک کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے اتنا صدمہ ہوا جتنا پوری زندگی کبھی نہیں ہوا۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور ان لوگوں کے لیے بددعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے درج ذیل آیت اتاری اور اس سے منع فرمایا:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ:128

ترجمہ: اس معاملے میں آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] کو کوئی اختیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے، کیونکہ وہ ظالم ہیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ چھوڑ دی۔ اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق یہ روایت بھی ہے کہ یہ آیت غزوہ احد کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کا دو کافروں کو قتل کرنا:

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس آرہے تھے تو راستے میں ان کا دو کافروں سے واسطہ پڑا جن کا تعلق قبیلہ بنو عامر سے تھا۔ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ کافر ہیں، مخالف ہیں، ان پر حملہ کرکے دونوں کو قتل کر دیا۔ جب یہ دونوں کو قتل کرکے مدینہ منورہ پہنچے تو پتا چلا کہ وہ دونوں قبیلہ بنی عامر کے افراد تھے اور بنی عامر وہ قبیلہ تھا کہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا۔ اب معاہدے کی رُو سے ان کو مارنا جائز نہیں تھا لیکن ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ بنو عامر قبیلہ کے ہیں، اس لیے انہوں نے غلطی سے مار دیا۔ غلطی سے مارا تو اب قصاص کے

بجائے دیت آتی تھی۔

بنو نضیر کی عہد شکنی:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے سرداروں کے پاس گئے اس لیے کہ بنو عامر جس طرح مسلمانوں کے حلیف تھے اسی طرح بنو نضیر کے بھی حلیف تھے۔ اب دیت مسلمانوں اور بنو نضیر نے مل کر ادا کرنی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ رقم ہم جمع کریں اور کچھ تم جمع کرو۔ بنو نضیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ٹھیک ہے، آپ یہاں تشریف رکھیں، ہم مال جمع کرتے ہیں۔

آپس میں مشورہ کیا کہ جس مقام کے نیچے آپ تشریف فرما ہیں اوپر سے بڑا پتھر گراؤ تا کہ آپ یہیں (العیاذ باللہ) شہید ہو جائیں اور معاملہ ختم ہو جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آگئی، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا تو آپ وہاں سے اٹھ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

غزوہ بنو نضیر:

سن 4 ہجری ربیع الاول میں "غزوہ بنو نضیر" پیش آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور بنو نضیر کو پیغام بھجوادیا کہ تم نے وعدہ خلافی کر کے معاہدہ کو توڑ دیا ہے، اب ہمارا تمہارا معاہدہ ختم ہو گیا، لہٰذا اب تمہیں دس دنوں کی مہلت دی جاتی ہے کہ تم اپنا سامان اٹھاؤ اور یہاں سے نکل جاؤ، ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے لیکن بنو نضیر اس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

جب وہ جانے کے لیے تیار نہیں ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر گئے اور باقاعدہ جہاد کا اعلان کیا کہ ان کو ختم کر دیتے ہیں۔ یہ سارے لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ ان کے جو درخت تھے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس لیے جلانا شروع کر دیے تا کہ ان کو تکلیف ہو جبکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس لیے نہیں جلائے کہ بنو نضیر جب چلیں جائیں گے تو یہ درخت ہمارے کام آئیں گے۔

جب انہوں نے سمجھا کہ اب ہماری جان بخشی کی کوئی صورت ممکن نہیں، شاید ہم ختم ہو جائیں تو پھر ان لوگوں نے کہا کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم مدینہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جتنا سامان ایک بندہ ایک اونٹ پر لاد سکتا ہے لے جائے، ان لوگوں نے گھروں کے دروازے، چارپائیاں اور

جو کچھ اٹھا سکتے تھے اٹھا کر وہاں سے چلے گئے۔ ان میں سے اکثر شام کے علاقے میں چلے گئے اور کچھ ان میں سے خیبر میں چلے گئے۔ ان کے سردار حیی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع اور سلام بن ابی الحُقَیق خیبر ہی میں ٹھہرے۔

بنو نضیر کا مال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے اموال کو مہاجرین میں تقسیم فرمایا تاکہ مہاجرین کے حالات بہتر ہوں اور انصار پر مالی بوجھ میں کمی آئے اگرچہ انصار کو یہ خرچہ ہرگز بوجھ معلوم نہ ہوتا تھا وہ تو اپنے لیے اس کو سعادت سمجھتے تھے حتیٰ کہ اپنے آپ پر مہاجرین کو ترجیح دیتے تھے۔

انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم اس فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ یہ مال صرف مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور ہمارے مہاجر بھائی ہمارے گھر میں پہلے کی طرح رہیں اور اگر وہ ہمارے مال سے بھی خرچ کرنا چاہیں تو اپنی مرضی سے خرچ کر سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنو نضیر کے اموال کو مہاجرین میں تقسیم کر دیا صرف دو انصاری صحابی جو تنگدست تھے ابو دُجانہ اور سَہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہما ان کو بھی عطا فرمایا۔ اس غزوے میں دو شخص یامین بن عمیر اور ابو سعد ابن وَہب رضی اللہ عنہما مسلمان ہوئے۔

شراب کی حرمت کا حکم:

سن 4 ہجری ربیع الاول میں "شراب کی حرمت" کا حکم نازل ہوا۔ شراب کی حرمت کے بارے میں تدریجاً احکام نازل ہوتے رہے۔ پہلا حکم نازل ہوا کہ اس میں گناہ ہے اور فائدہ بھی۔ یہ اس وقت جب حضرت عمر، حضرت معاذ بن جبل اور دیگر انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، شراب کے بارے میں دریافت فرمایا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ٘ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:219

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ فرمادیجیے کہ ان دونوں میں

بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فوائد بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت بڑا ہے۔

چونکہ اس میں مطلقاً حرمت نہیں تھی اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب کو چھوڑ دیا اور بعض نے نہیں چھوڑا۔

دوسرا حکم یہ نازل ہوا کہ خاص نماز کی حالت میں حرام ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ (شراب کے مطلقاً حرام ہونے سے پہلے) ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھانے پر مدعو کیا، وہاں کھانے کے بعد شراب پی گئی، اسی حالت میں نماز (مغرب) کا وقت آگیا، تو ایک شخص نے امامت کی، اور اس میں نشے کی وجہ سے قرآنی آیات کی تلاوت میں بہت بڑی غلطی کر گئے، سورۃ الکافرون کی آیات کو اس طرح پڑھا:

مَا اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ، وَنَحۡنُ نَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ

جس کا معنٰی یہ بنتا ہے کہ میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی اے کافرو! تم عبادت کرتے ہو اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ یعنی غیر اللہ کی عبادت جس میں بت وغیرہ شامل ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡتُمۡ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ

سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 43

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم (شراب کے) نشے میں مدہوش ہو جاؤ اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو ایسی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔

چونکہ اس آیت میں بھی مطلقاً حرمت نہیں تھی بلکہ نماز کی حالت کے ساتھ خاص تھی۔

تیسرا حکم اس وقت نازل ہوا جب حضرت عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کی، اس میں بھی بدستور شراب پی گئی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نشے کی حالت قصیدہ پڑھا، جس میں انصار مدینہ کی ہجو (بدگوئی) اور اپنی قوم کی تعریف کی، اس پر ایک انصاری صحابی کو غصہ آیا اونٹ کی ہڈی اٹھا کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دے ماری، جس کی وجہ سے انہیں شدید زخم آیا، اس موقع پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا فرمائی: اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا اے اللہ شراب کے بارے میں کوئی واضح حکم نازل فرما۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ:90

ترجمہ: اے اہلِ ایمان! بیشک شراب، جوا، بت اور فال کے تیر؛ یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں۔ لہٰذا ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

اس کے بعد شراب کو مطلقاً حرام قرار دے دیا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب بہادی اور شراب کے برتن (مٹکے وغیرہ) توڑ دیے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت:

سن 4 ہجری 5 شعبان المعظم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے اور کھجور چبا کر گھٹی دی، آپ کا نام حسین رکھا۔ ساتویں دن سر کے بال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتروائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کی مقدار کے برابر چاندی خیرات کی۔ عقیقہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کیا۔

غزوہ بدرِ موعِد:

سن 4 ہجری شعبان المعظم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے آگے مقام "مَجَنَّہ" تشریف لے گئے، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور 1500 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نکلے۔ ابوسفیان غزوہ احد سے واپسی کے وقت یہ کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال آپ سے مقام بدر اور الصفراء پر پھر مقابلہ ہوگا۔ قریشِ مکہ سے باہر "مَرُّ الظَّہرَان" نامی جگہ پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب ڈال دیا چنانچہ وہیں سے واپس لوٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ منورہ

تشریف لائے۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی:

سن 4 ہجری شوال المکرم کے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (اصل نام ہند بنت ابی امیہ سہیل بن مغیرہ ہے) کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح لائے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے عذر کیا کہ میرے بچے زیادہ ہیں، میری عمر بھی کافی ہے، کوئی میرا وارث بھی نہیں اور میرا مزاج یہ ہے کہ میں چھوٹی چھوٹی باتیں بہت زیادہ محسوس کرتی ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک عمر کی بات ہے تو میری عمر آپ سے زیادہ ہے۔ دوسری بات بچوں کا اللہ نگہبان ہے ان کی تربیت و پرورش میں آپ کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی، میں بھی ان کا خیال رکھوں گا۔ باقی رہی مزاج والی بات تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ آپ کا مزاج بدل جائے۔ آپ کا کوئی ولی میرے ساتھ اس رشتے کو ناپسند بھی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ پیغام قبول کر لیا۔ چنانچہ شوال 4ھ کی آخری تاریخوں میں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق مہر میں چمڑے کا بنا ہوا تکیہ، دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مشق نمبر 9

مختصر جواب دیں:

1. بنو نضیر کے یہودیوں سے معاہدہ کی بنیادی شق کیا تھی؟
2. بئر معونہ میں کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے نیز انہیں کیا کہا جاتا تھا؟
3. شراب کی حرمت کب نازل ہوئی؟
4. غزوہ بدر موعد میں کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہوئے؟

خالی جگہ پر کریں:

1. شراب، جوا، بت اور قرع کے تیر یہ سب...........باتیں ہیں۔
2. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو...........چبا کر گھٹی دی۔
3. حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے...........لائے۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1: "غسیل الملائکہ" کا لقب ملا:

حضرت یمان رضی اللہ عنہ　　حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ　　حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

2: بئر معونہ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا ان کو کہا جاتا تھا:

قراء　　حفاظ　　علماء

سن 5 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کی مشرکین سے جنگ، غزوہ دومۃ الجندل، وفد مزینہ کی آمد
وفد عبد القیس کی آمد، غزوہ بنو مصطلق، افک، تیمم کا حکم، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی
غزوہ خندق، غزوہ بنو قریظہ، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی، حجاب کا حکم

غزوہ دُومۃُ الجَندل:

سن 5 ہجری 25 ربیع الاوّل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ "تبوک" کے قریب "دُومۃ الجندل" نامی علاقے میں تشریف لے گئے۔ یہ شام کے قریب ایک بہت بڑی بستی ہے اس کا نام دُومی بن اسماعیل علیہ السلام کے نام کی وجہ سے دُومہ پڑ گیا تھا۔

غزوہ کا سبب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اس جگہ پر مشرکین نے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے جو وہاں سے گزرنے والے لوگوں پر ظلم و ستم کرتے ہیں اور یہ کہ مدینہ منورہ کی طرف بڑھنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سِباع بن عُرفُطہ غِفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور 1000 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مقابلے کے لیے نکلے۔

دشمن بھاگ گئے:

جب مشرکوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کی اطلاع ملی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب ڈال دیا اور وہ لوگ وہاں سے منتشر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر ان کے مویشیوں اور چرواہوں کا گھیراؤ کیا نتیجہ میں کچھ ہاتھ آ گئے اور کچھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد آئندہ سال ماہ شعبان المعظم میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ایک سریہ بھیجا جس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔ 20 ربیع الثانی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

وفدِ مُزَینَہ:

سن 5 ہجری ماہ رجب المرجب میں حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ "مزینہ" کے 400 افراد کا وفد لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کو خوشی کے ساتھ قبول کیا۔ جاتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سامانِ سفر کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ

عنہ سے فرمایا کہ ان کو سامان سفر دے دو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ میرے پاس کھجوریں کم ہیں ان سب کو پوری نہیں ہوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ ان کو دے دو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو اپنے گھر لائے سب نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کھجوریں لیں پھر بھی کھجوریں بچ گئیں۔

وفد عبد القیس:

سن 5 ہجری ماہ رجب المرجب میں قبیلہ "عبد القیس" کے 14 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ قبیلہ بحرین کے قریب آباد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا ایسی قوم کے لیے جو نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ ہوئے یعنی بغیر لڑے خوشی کے ساتھ مسلمان ہوئے۔

وفد نے عرض کی یارسول اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مُضَر کے مشرکین ہیں اس لیے ہم اشہر حرم (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم) کے علاوہ حاضر نہیں ہو سکتے۔ ہمیں کوئی ایسا مختصر عمل بتا دیں جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے علاوہ کسی کو معبود نہ مانو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے ادا کرو اور چار مخصوص برتنوں میں نبیذ (یعنی وہ پانی جس میں کھجور یا کشمش ملادی جائے اور اس میں ان کا اثر اچھی طرح آجائے مگر اس میں نشہ پیدا نہ ہو) نہ بناؤ۔ 1: دُبّاء، 2: نقیر، 3: حَنتم، 4: مُزَفَّت۔

فائدہ: دُبّاء...وہ پکا ہوا بڑا کدو جس کو اندر سے خالی کر کے نبیذ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ نقیر ... کھجور کے تنے کی وہ لکڑی جس کو اندر سے خالی کر کے نبیذ کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ حنتم ...وہ سبز رنگ کا گھڑا جسے نبیذ کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اور مزفت وہ برتن جس پر تارکول لگا کر نبیذ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

دوسری مرتبہ یہ وفد سن 8 ہجری فتح مکہ کے بعد حاضر خدمت ہوا اس وقت یہ وفد چالیس افراد پر مشتمل تھا۔

نوٹ: اس وفد کی دو مرتبہ آمد کی دلیل یہ ہے کہ اس قبیلے کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر آباد ہے جس سے ہمیں خطرہ ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب قبیلہ مضر مسلمان نہیں ہوا تھا لیکن جب قبیلہ مضر مسلمان ہو گیا تو پھر قبیلہ عبد القیس کو اس سے خطرہ نہ رہا۔

غزوہ بنی مُصطلِق / مُرَیْسِیع:

سن 5 ہجری 2 شعبان المعظم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے "قُدَید" کے قریب بنو خُزاعہ کی ایک شاخ "بنو مُصْطَلِق" کی طرف تشریف لے گئے۔

غزوہ کا سبب:

واقعہ یہ پیش آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ قبیلہ بنو مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے اور کچھ دیگر قبائل کے لوگوں کے ہمراہ اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیاریاں کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے بنو مصطلق کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر حارث بن ابی ضرار سے ملاقات کی اور بات چیت کی۔ حالات کا جائزہ لیا اور واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر کیا کہ واقعی بنو مصطلق اور دیگر قبائل کے لوگ حارث بن ابی ضرار کی قیادت میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور 2 شعبان المعظم کو بنی مصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں امہات المومنین میں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ یا پھر نُمَیْلَہ بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ اس غزوے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منافقین کی بھی ایک جماعت تھی جو اس سے پہلے کسی غزوے میں شریک نہیں ہوئی تھی۔

جاسوس کا قتل:

دوسری طرف حارث بن ابی ضرار نے بھی اسلامی لشکر کی نقل و حرکت، سپاہیوں کی تعداد اور اسلحہ کی مقدار معلوم کرنے کے لیے ایک جاسوس بھیجا۔ وہ جاسوسی کرتے ہوئے پکڑا گیا اور مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔

حارث بن ابی ضرار اور اس کے قبیلے کے لوگوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ لشکر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بنو مصطلق کی طرف آرہا ہے مزید یہ کہ انہیں اپنے جاسوس کے قتل کا علم ہوا تو وہ سخت خوفزدہ

ہوئے۔ بنو مصطلق کے علاوہ جو دیگر قبائل ان کے ساتھ تھے وہ سب خوف کے مارے واپس ہو گئے۔ ادھر لشکر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مقام قُدید کے قریب چشمہ مُریسیع تک پہنچ گیا۔

جنگی صف بندی:

حارث بن ابی ضرار نے یہ صورت حال دیکھی تو جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صف بندی فرمائی۔ اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیا اور خاص انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

اہل اسلام کی فتح:

یہ جنگ کچھ دیر تک جاری رہی، دونوں طرف سے تیروں کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یکبارگی حملہ کیا اور بنو مصطلق کے قدم اکھڑ گئے، مسلمان فتح یاب ہو گئے اور مشرکین نے شکست کھائی، مسلمانوں کو مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں ملیں۔

بنو مصطلق کے گیارہ آدمی مارے گئے (جن میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر مسافع بھی شامل تھے) اور چھ سو کے قریب گرفتار ہوئے۔ ان قیدیوں میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہ؛ یعنی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

ہِشَام بن صُبَابَہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

مسلمانوں میں سے صرف ایک صحابی حضرت ہشام بن صبابہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ یہ بھی ایک شبہ کی وجہ سے شہید ہوئے۔ ایک انصاری صحابی کو ان کی پہچان نہ ہو سکی اور انہوں نے آپ کو دشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیا تھا۔ حارث بن ابی ضرار اور دیگر چند لوگوں نے راہ فرار اختیار کی اور بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

”اِفک“ کا دلخراش واقعہ:

غزوہ بنو مصطلق میں امہات المومنین میں سے صدیقہ کائنات عفیفہ کائنات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ بعض منافقین نے سیدہ کی عفت و پاکدامنی پر انگلیاں اٹھائیں اور آپ

کے پاکیزہ کردار کو مشکوک بنانے کی ناپاک اور ناکام سازش کی۔ اس منفی پروپیگنڈے کا بنیادی کردار عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق تھا۔ اس واقعے کو عُرفِ عام میں "واقعہ اِفک" کہا جاتا ہے یہ بہت دلخراش سانحہ تھا کئی دنوں کے صبر واستقلال کے بعد بالآخر اللہ رب العزت نے آپ کی پاکدامنی پر قرآنی مہر ثبت کر دی، قرآن کریم کی سورۃ نور میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

نوٹ: اِفک "جھوٹ، تہمت اور بد عنوانی کے جھوٹے الزام" کو کہتے ہیں۔ جبکہ بعض اہل لغت کے ہاں افک محض جھوٹ کو نہیں بلکہ ایسے بڑے جھوٹ کو کہتے ہیں جو اصل معاملے کی ساری صورتحال کو یکسر بدل دے۔ یہ لفظ "فِکر" کی طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی الف کے نیچے زیر کے ساتھ۔

سیدہ کا ہار گم ہونا:

مدینہ منورہ سے پہلے ذی قرع ایک بستی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا، لشکر کی روانگی سے کچھ پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے لشکر سے ذرا دور نکل کر باہر آڑ میں چلی گئیں۔ جب واپس تشریف لا رہی تھیں تو اِتفاقاً آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ اپنے گلے پر پڑا، ایک دم ٹھٹک کر رہ گئیں کیونکہ اپنی ہمشیرہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے جو ہار عاریتاً (کسی کی کوئی چیز عارضی طور پر استعمال کرنا) لائی تھیں وہ گلے میں موجود نہیں تھا بلکہ کہیں گر چکا تھا چنانچہ آپ واپس پلٹیں اور ہار تلاش کرنا شروع کیا۔

ہار کی تلاش:

دوسری طرف لشکر مدینہ منورہ کی طرف جانے کے لیے بالکل تیار تھا، آپ رضی اللہ عنہا نے یہ خیال کیا کہ ہار کچھ ہی دیر میں مل جائے گا اور میں واپس آجاؤں گی لیکن ہار تلاش کرنے میں کافی دیر ہو گئی۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے جاتے وقت کسی کو اطلاع نہیں دی کہ میں قضائے حاجت کے لیے جا رہی ہوں، ساربانوں (جو کجاوے کو اٹھا کر اونٹ پر باندھتے ہیں) نے خیال کیا کہ آپ کجاوے میں سوار ہیں۔

یہ کجاوہ ڈولی نما ہوا کرتا تھا جس میں مستورات سفر کرتی تھیں۔ اس کجاوے کے پردے نیچے لٹکے ہوئے تھے، ساربانوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہا کجاوے کے اندر موجود ہیں۔ کجاوہ اونٹ پر کسا

اور لشکر کے ساتھ چل دیے۔ اُس زمانہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بمشکل 14 / 15 سال تھی اور آپ رضی اللہ عنہا کا جسم بھی دبلا پتلا تھا۔ اِسی لیے کجاوہ کَسنے والے ساربانوں کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ سوار ہیں یا نہیں۔

ہار مل گیا، قافلہ چلا گیا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں کافی دیر ہار تلاش کرتی رہی، بالآخر ہار مل گیا لیکن ایک پریشانی بھی ساتھ لاحق ہو گئی کہ قافلہ مجھے سے دور جا چکا تھا۔ غالباً ساربانوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اور اونٹ پر باندھ دیا یہ سمجھ کر کہ میں بھی اس میں سوار ہوں حالانکہ میں ہار تلاش کرنے گئی تھی۔

اب اس میدان میں سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور کوئی بھی نہیں تھا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے قافلے کے پیچھے جانے کے بجائے یہ فیصلہ کیا کہ قافلہ والے جب مجھے اپنے اندر نہ پائیں گے تو لازماً تلاش کرنے کے لیے یہیں لوٹیں گے اس لیے آپ رضی اللہ عنہا چادر لپیٹ کر سو گئیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا کو نیند آ گئی۔

جب لشکر کسی معرکے کے لیے نکلتے تو قافلے کے تین حصے ہوتے۔ قافلے سے آگے کچھ فاصلے پر چند افراد ہوتے پھر قافلہ ہوتا اور آخر میں چند افراد یا کسی ایک کی ذمہ داری ہوتی کہ قافلے والوں کی کوئی چیز راستے میں گر گئی ہو تو وہ اسے اٹھا لے۔

چونکہ قافلہ جا چکا تھا، قافلہ کے آخری حصہ کے ذمہ دار حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے، وہ وہاں پہنچے اور دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی ہیں۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کانوں میں جب حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی آواز پڑی تو آپ فوراً جاگ گئیں اور منہ ڈھانک لیا۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! صفوان نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی اور اُن کی زبان سے سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے میں نے کوئی کلمہ نہیں سنا۔ صفوان نے اپنا اونٹ میرے قریب کیا اور خود پیچھے ہٹ گئے، میں اُس پر سوار ہوئی اور صفوان اُس اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے ہو لیے اور لشکر کی تلاش میں تیزی سے روانہ ہوئے۔ ہم دوپہر کو لشکر کے ساتھ آ کر ملے اور تہمت لگانے والوں کو جو کچھ کہنا تھا، اُنہوں نے کہا اور مجھ کو اِس کی کوئی خبر نہ تھی، میں مدینہ پہنچ کر بیمار ہو گئی۔ تقریباً ایک مہینہ بیماری میں گزرا، بہتان

لگانے والے اپنے کام میں لگے رہے مگر مجھے ان باتوں کا کچھ علم نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس مہربانی میں کمی آجانے کی وجہ سے جو سابقہ بیماریوں میں میرے ساتھ رہی، میں بہت پریشان تھی کہ آخر کیا بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تو تشریف لاتے ہیں اور دوسروں سے میرا حال دریافت کر کے واپس ہو جاتے ہیں، مجھ سے دریافت نہیں کرتے، آپ کے اس انداز سے میری تکلیف میں اضافہ ہو تا تھا۔

ایسے حالات نے مجھے دل گرفتہ کر دیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! اگر آپ مجھے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں، میں وہاں چلی جاؤں تاکہ وہ میری تیارداری اچھی طرح سے کر سکیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ میں اپنی والدہ کے پاس چلی آئی اور میں اِن باتوں سے قطعاً بے خبر تھی اور قریباً ایک ماہ کی بیماری میں نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ ہم عرب لوگ تھے، ہمارے گھروں میں اہل عجم کی طرح بیت الخلا نہ تھا۔ قضائے حاجت کے لیے مدینہ کی کھلی فضاء میں چلے جاتے تھے (یعنی کھلے جنگل میں شہر سے باہر) اور خواتین حوائج ضروریہ کے لیے رات کو باہر جایا کرتی تھیں چنانچہ میں بھی ایک رات قضائے حاجت کے لیے باہر گئی اور میرے ہمراہ اُم مسطح بنت ابی رہم بن مطلب تھیں، چلتے چلتے انھیں اپنی چادر میں اُلجھ کر ٹھوکر لگی اور گر گئیں تو اُن کے منہ سے نکلا: مسطح ہلاک ہو! مسطح اُن کا بیٹا تھا، لقب مسطح تھا اور نام عوف تھا۔

یہ سن کر میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے ایک بدری مہاجر کو بد دعا دے کر برا کیا۔ تو اُم مسطح نے کہا: اے دخترِ ابی بکر! کیا تم کو وہ بات معلوم نہیں؟ میں نے پوچھا کون سی؟ تو اُم مسطح نے مجھے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ میں نے حیرت سے پوچھا: کیا یہ بات ہو چکی ہے؟ اُم مسطح نے کہا: ہاں واللہ! یہ بات پھیل چکی ہے۔ میرے اوسان خطا ہو گئے اور میں بغیر رفع حاجت کے واپس چلی آئی، واللہ! میں رات بھر روتی رہی، میں نے محسوس کیا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ یہ سنتے ہی مرض میں اور شدت آگئی۔

میں اپنے والدین کے پاس آئی اور اپنی ماں سے کہا: اے میری ماں آپ کو معلوم ہے کہ لوگ میری بابت کیا کہہ رہے ہیں؟ ماں نے کہا: اے میری بیٹی تو رنج نہ کر، دنیا کا قاعدہ یہی ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت ہو اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبہ ہو تو حسد کرنے والی عورتیں اُس کے ضرر کے درپے ہو جاتی ہیں اور لوگ بھی اُس پر تہمتیں تراشتے ہیں۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ کیا ابو جان کو بھی اس بات کا علم ہے؟ تو والدہ نے

جواب دیا کہ: ہاں۔ میں نے کہا: اے میری ماں! اللہ تمہاری مغفرت کرے، لوگوں میں تو اِس کا چرچا ہے اور آپ نے مجھ سے اِس کا ذکر تک نہیں کیا، یہ کہتے ہوئے میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور میری چیخیں نکل گئیں۔ میرے والد جو بالاخانہ پر تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے کہ میری چیخ سن کر نیچے آگئے اور میری ماں سے میرے بارے دریافت کیا۔ماں نے کہا کہ اِسے ساری بات کا علم ہو گیا ہے۔ یہ سن کر میرے والد بھی رونے لگے۔

مجھ کو شدت کا لرزہ آیا، میری والدہ نے گھر کے تمام کپڑے مجھ پر ڈال دیے اور یونہی تمام رات روتے ہوئے گزر گئی۔ ایک لمحہ کے لیے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ اِسی طرح صبح ہو گئی۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک جملہ:

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے شدت غم سے صرف یہ جملہ نکلا: اللہ کی قسم! ایسی باتیں تو ہمارے بارے میں زمانہ جاہلیت میں بھی کسی نے نہیں کہیں، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے عزت بخشی تو اِس کے بعد کیسے ممکن ہے؟

نزول وحی میں تاخیر اور مشاورت:

جب اِس معاملہ میں نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ آپ کے اہل خانہ ہیں، ہم ان میں سوائے خیر و بھلائی کے کچھ نہیں جانتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشورہ:

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل پریشانی اور رنج و غم کو دور کرنے کے لیے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالی نے خواتین کے معاملے میں آپ پر تنگی نہیں رکھی۔ (آپ مزید پریشان نہ ہوں، ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پریشانیاں دیکھی نہیں جاتی) میری رائے یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بھی خواتین ہیں لیکن آپ اس معاملے میں جلدی نہ فرمائیں بلکہ گھر کی باندی بریرہ سے اس بارے حقیقت حال معلوم کر لیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ کم فہمی کی وجہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے یہ سمجھتے ہیں کہ العیاذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں ام المومنین کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی یا اچھی حیثیت نہیں تھی حالانکہ ہر گز ہر گز ایسا معاملہ نہیں تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُم المومنین کی پاکدامنی وعفت میں ذرہ برابر بھی تردد نہیں، باقی رہے ان کے یہ کلمات تو ان کو بغض عائشہ سے پاک دماغ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کامل یقین تھا کہ بریرہ ضرور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں گواہی دے گی اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو اطمینان ہو جائے گا کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا خانگی معاملات کو قریب سے مشاہدہ کر رہی ہیں۔

سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی گواہی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: بریرہ! اگر تو نے ذرہ برابر بھی کوئی شے ایسی دیکھی ہو جس میں تجھ کو شبہ اور تردد ہو تو بتلا۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: قسم ہے اُس ذات پاک کی، جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا، میں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی کوئی بات معیوب اور قابل گرفت کبھی نہیں دیکھی، سوائے اِس کے کہ وہ ایک کمسن لڑکی ہیں، آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری کا بچہ آکر اُسے کھا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا فوراً مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر مختصر خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم میں سے اس شخص کے خلاف کون میرا ساتھ دینے کو تیار ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کو ایذاء پہنچائی۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنے اہل خانہ سے سوائے نیکی اور پاکدامنی کے کچھ نہیں دیکھا اور بالکل اسی طرح جس شخص کا اُن لوگوں نے نام لیا ہے اُن میں بھی سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرا یہ سارا دن بھی روتے ہوئے گزرا، ایک لمحہ بھر کے لیے بھی آنسو نہیں تھمے۔ رات بھی اِسی طرح گزری، میری اِس حالت میں میرے والدین کو گمان ہونے لگا تھا کہ اب اِس کا کلیجہ

پھٹ جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو میرے والدین بالکل میرے قریب آ کر بیٹھ گئے اور میں روئے جا رہی تھی اتنے میں انصار کی ایک عورت آ گئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔

اِسی دوران اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے میرے قریب بیٹھ گئے۔ جب سے جھوٹا منفی پروپیگنڈا عام ہوا کبھی آپ میرے پاس آ کر نہیں بیٹھے تھے اور وحی کے اِنتظار میں ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ اِس کے بعد یہ فرمایا: اے عائشہ! مجھے تیرے بارے میں ایسی ایسی بات پہنچی ہے، اگر تو اس سے بَری ہے تو دیکھنا عنقریب اللہ تعالیٰ تجھے ضرور بَری کرے گا اور اگر تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے توبہ اور استغفار کر، اِس لیے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم فرمائی تو اُسی وقت میرے آنسو تھم گئے۔ یہاں تک کہ آنسو کا کوئی ایک قطرہ بھی میری آنکھ میں نہ رہا اور میں نے اپنے والد سے کہا: ابو! آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں، اُنہوں نے کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں؟ پھر میں نے یہی الفاظ اپنی ماں سے کہے تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اِس کے بعد میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا: اللہ کو بخوبی علم ہے کہ میں اس سارے معاملے میں بری اور بے قصور ہوں لیکن (منفی پروپیگنڈے کی وجہ سے) لوگوں کے دلوں پر اس کے اثرات گہرے پڑ چکے ہیں۔

اگر میں یوں کہوں کہ میں اس سے بَری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بَری ہوں؛ تو تم سب یقین نہ کرو گے اور اگر بالفرض میں اقرار کر لوں؛ حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بَری ہوں؛ تو تم سب یقین کر لو گے۔ اور میں نے روتے ہوئے یہ کہا: اللہ کی قسم! میں اُس چیز سے کبھی توبہ نہیں کروں گی جو یہ لوگ مجھ سے غلط منسوب کرتے ہیں، بس میں وہی کہتی ہوں کہ جو یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہا تھا:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

ایسا صبر جس میں شکوے کا نام نہ ہو گا۔ اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ ہی مدد کرے۔

اُس وقت میرے دل کو کامل یقین ہو گیا کہ ضرور اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بری ثابت فرمائیں گے، لیکن یہ تو

میرے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی، میرا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری براءت اپنے رسول کو خواب میں دکھا دیں گے۔

ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پر تشریف فرما تھے کہ آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ رکھ دیا گیا اور ایک چادر اوڑھا دی گئی۔ باوجود شدید سردی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارک سے پسینے کے قطرات ٹپکنے لگے۔ جب وحی کا نزول شروع ہوا تو میں بالکل نہیں گھبرائی، کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بَری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائے گا، لیکن میرے والدین کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اُن کی جان ہی نہ نکل جائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کی خدائی شہادت:

وحی الٰہی کا نزول ختم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی مبارک سے پسینہ صاف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے، فرمایا:

يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ

اے عائشہ! اللہ نے تمہاری پاکدامنی بیان فرما دی ہے۔

سورۃ نور کی 11 سے لے کر 20 تک دس آیات مبارکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئیں۔

غلبہ حال:

میری والدہ نے مجھے کہا کہ عائشہ اٹھو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! سوائے اللہ تعالیٰ کے جس نے میری براءت نازل فرمائی، کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔ یہ ایک خاص قسم کی حالت ہے جسے طریقت کی اصطلاح میں غلبہ حال کہا جاتا ہے جو شرعاً قابل مواخذہ نہیں۔

نازِ محبوبی:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوہری حیثیت کی مالکہ ہیں۔ پہلی حیثیت یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی ہیں اور دوسری حیثیت کہ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں بلکہ محبوب ترین بیوی ہیں۔ اب سمجھیے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے والدہ کے کہنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ کیوں نہیں ادا کیا یہ شوہر اور بیوی میں لاڈ و محبت کا وہ درجہ ہے جسے نافرمانی کے بجائے "نازِ محبوبی" کہا جاتا ہے۔

خوشی کا سماں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ النور کی اِن آیاتِ مبارکہ کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُٹھے اور لختِ جگر کی پیشانی پر بوسہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آیات تلاوت فرمائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی دنوں کی پریشانی ختم ہوئی، مسجد نبوی میں ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔

حدِ قذف کا نفاذ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول اس فتنے کی اصل بنیاد عبد اللہ ابن اُبی بن سلول منافق تھا اور اُس کے ساتھ منافقین کا گروہ سرگرم تھا۔ مسلمانوں میں سے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان کے مکر و فریب کے جال میں پھنس گئے۔ اِن تینوں افراد پر حدِ قذف (جھوٹی تہمت لگانے کی شرعی سزا) جاری کرتے ہوئے 80،80 کوڑے مارے گئے اور وہ اپنی غلطی سے تائب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم

چند فوائد:

- دشمنانِ اسلام شروع دن سے خاندانِ نبوت بالخصوص ازواج مطہرات کے کردار پر کیچڑ اچھالتے آرہے ہیں۔
- پروپیگنڈہ خواہ مثبت ہو یا منفی اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ منافقین کے منفی پروپیگنڈے کے برے اثرات مرتب ہوئے۔
- منفی پروپیگنڈے کے وقت جذباتی فیصلے کے بجائے صبر اور مشاورت سے کام لینا اسوہ پیغمبری ہے۔ جیسا کہ اس

واقعہ میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذبات میں کوئی ایسا فیصلہ نہیں فرمایا جس سے خاندان جدا ہو جائیں۔

- یہ ضروری نہیں کہ جس کی طرف غلط باتوں یا غلط کاموں کی نسبت کی جائے وہ حقیقت میں درست ہوں۔ جیسا کہ اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ منافقین نے سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہما پر تہمت لگائی۔
- غیب کا کلی اور محیط علم صرف اللہ کے پاس ہے اللہ کے ماسوا کسی کے پاس نہیں اگر کسی کے پاس ہوتا تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی اور محبوبہ زوجہ پر ناحق تہمت لگتی ہے اس کے باوجود آپ وحی کا انتظار فرماتے ہیں معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا کلی اور محیط علم نہیں تھا ورنہ تو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔
- پریشانی کے وقت ہائے ہائے اور دلبرداشتہ ہو کر مایوس ہونا مومن کی شان نہیں بلکہ نماز اور صبر کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔ جیسا کہ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب پریشانی آئی تو آپ فوراً اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئیں اور صبر کر کے اللہ سے مدد مانگی۔
- دعا کامل یقین کے ساتھ مانگی جائے تو اللہ قبول فرماتے ہیں جیسا کہ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کامل یقین کے ساتھ دعا مانگی۔
- ضروری نہیں کہ جونہی دعا مانگیں اسی وقت وہ چیز مل جائے۔ اس میں تاخیر ہو سکتی ہے اس کی حکمتیں اللہ ہی کے علم میں ہیں۔ جیسا کہ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت دعا مانگی اسی وقت آپ کی براءت نازل نہیں ہوئی بلکہ آزمائش کا کچھ وقت گزرا ہے۔
- اگر گھر والوں اور اہل ایمان میں سے کسی پر آزمائش آئے تو اس کے حق میں فکرمندی اور اس کے حق میں دعا کرنی چاہیے جیسا کہ اس واقعہ میں تمام صحابہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کے عمل سے اس کی عکاسی ہوتی ہے۔
- اہل ایمان میں سے شیطان اپنا سب سے بڑا دشمن اسے سمجھتا ہے جو دین کا تفقہ رکھتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ امہات

المومنین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ فقاہت کی مالک تھیں اس لیے شیطان اور اس کے حواری آپ کے دشمن بن گئے۔ اسلام کی پوری چودہ صدیاں اس بات پر گواہ ہیں کہ اسلام کی فقاہت رکھنے والوں پر اس طرح کے الزامات لگتے رہتے ہیں۔

- جب اللہ تعالیٰ پریشانی کو دور فرمادیں تب بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے جیسا کہ اس واقعے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے عمل سے اس کا ثبوت دیا ہے
- اگر منفی پروپیگنڈہ زیادہ بھی ہونے لگے تب بھی کسی کی باتوں میں آکر ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جیسا کہ اس واقعہ میں تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غلط باتیں کہہ بیٹھے۔
- اسلام کا قانون سب کے لیے برابر ہے۔ اگر کوئی اپنا بھی اس قانون کی زد میں آتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ اس واقعے میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حد قذف لگائی گئی۔
- حد قذف صحابہ کرام پر جاری ہونے کے باوجود یہ بات ان کے قابلِ احترام، معیارِ حق اور جنتی ہونے کے منافی نہیں۔ اللہ نے تکوینی طور پر کچھ ایسے کام ان سے کرا دیے جن سے مقصد امت کو تعلیم دینا تھا۔
- جس پر ناحق تہمت لگائی جائے، اللہ تعالیٰ اس کو عزتیں عطا فرماتے ہیں۔

تیمم کا حکم:

سن 5 ہجری شعبان المعظم میں غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک ایسی جگہ پر رکنا پڑا جہاں پانی نہیں تھا اور لوگوں کے پاس بھی پانی موجود نہیں تھا۔ اسی دوران تیمم کی آیت نازل ہوئی لوگوں نے تیمم کرکے فجر کی نماز پڑھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی:

سن 5 ہجری غزوہ بنو مصطلق کے قیدیوں میں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بَرَّہ بھی موجود تھیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جویریہ بنت حارث؛ سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ یا ان کے چچازاد کے حصے میں آئیں چنانچہ جویریہ نے اپنے بارے میں مکاتبت کرلی۔

فائدہ: مکاتب اس غلام اور مکاتبہ اس لونڈی کو کہتے ہیں جو اپنے مالک سے یہ طے کرلے کہ وہ ایک مقررہ رقم مالک

کو ادا کر کے آزاد ہو جائے گا / ہو جائے گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جویریہ حسن صورت کی مالک خاتون تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی مکاتبت (ادائیگی رقم سے مشروط آزادی) کے سلسلے میں آئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ جویریہ دروازے پر کھڑی ہوئی کہہ رہی تھیں: اے اللہ کے رسول! میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں، میرا معاملہ آپ سے مخفی نہیں ہے (کہ جنگی قیدی ہوں اور لونڈی بنائی گئی ہوں) میں ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی ہوں، میں نے ان سے اپنے بارے میں مکاتبت کر لی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں کہ آپ میرے ساتھ تعاون فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس سے بہتر معاملہ پسند نہیں کرتی ہو؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہاری طرف سے تمہاری رقم ادا کر دیتا ہوں اور تم سے شادی کر لیتا ہوں۔

انہوں نے کہا: میں راضی ہوں۔ اور اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے رقم ادا کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرما کر ”ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا“ بنا دیا۔ حق مہر کے طور پر ان کے قبیلے کے 40 غلام آزاد فرمائے۔

غزوہ خَندق / اَحزاب:

سن 5 ہجری شوال المکرم میں غزوہ احزاب جس کا دوسرا نام خندق ہے؛ پیش آیا۔

غزوہ کا سبب:

جب بنی نضیر کے یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا گیا تو انہوں نے ”خیبر“ جانے کے بعد مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اس مقصد کے لیے ان کے سردار حُیَیّ بن اخطب نے مختلف قبائل کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ حیی بن اخطب خود مکہ گیا اور وہاں مشرکین مکہ کو جنگ کے لیے تیار کیا۔

ادھر کنانہ بن ربیع نے بنو غطفان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کیا اور ان کو خیبر کی کھجوروں کا

لالچ دیا کہ جتنی کھجوریں ہوں گی اس کا آدھا حصہ ہر سال تمہیں دیا جائے گا۔ یوں دس ہزار کا لشکر ابو سفیان کی قیادت میں مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا۔ اتنا بڑا لشکر لانے کا مقصد مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانا تھا کہ اسلام کا نام لیوا دنیا میں کوئی نہ رہے۔

جنگی حکمت عملی:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب سابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، مختلف آراء سامنے آئیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے علاقے (ایران) کی دفاعی جنگ کا طریقہ بتایا کہ جب ہم دفاعی جنگ لڑتے ہیں تو شہر کے ارد گرد خندق کھود دیتے ہیں اس طرح دشمن کے لیے حملہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور ہم محفوظ رہتے ہیں۔ اسی مشورہ پر عمل کیا گیا۔ مسلمانوں کے پاس 300 گھوڑے اور 1500 اونٹ تھے۔

محل وقوع اور خندق کی لمبائی چوڑائی:

پہلے خندق کی سمت کا تعین کیا گیا اور وہ شام کی طرف تھی جہاں سے حملے کا خطرہ تھا باقی اطراف محفوظ تھیں کیونکہ ایک طرف پہاڑ تھے دوسری طرف مدینہ کی آبادی اور ایک طرف کھجوروں کے گنجان باغات تھے۔

اب شام کی طرف مدینہ کے گرد تین میل لمبی اور پانچ گز سے زیادہ گہری خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا اور چوڑائی اتنی رکھی گئی کہ جس کو گھوڑا پار نہ کر سکے۔ فیصلہ ہوا کہ 10،10 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گروہ 10،10 گز زمین کھودیں گے۔ کام شروع ہوا اور تقریباً 6 دن میں خندق مکمل ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خندق کی کھدائی میں شریک تھے اور سب سے پہلی ضرب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر لگائی۔ قحط کا زمانہ تھا، بھوک کی شدت تھی، کھانے کو کچھ نہ تھا اور سخت سردی لیکن ان سب کٹھن مراحل کے باوجود خندق کھودی جاتی رہی۔

ایمانی جذبات کی ایک جھلک:

کھدائی کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِهٖ بَدَيْنَا

اللہ کے نام سے اور اسی کے نام سے ہم نے شروع کیا

وَلَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهٗ شَقِيْنَا

اگر ہم کسی اور کی بندگی کرتے تو بد نصیب ٹھہرتے

حَبَّذَا رَبًّا وَحَبَّذَا دِيْنَا

ہمارا رب ہی خوبیوں والا اور ہمارا دین ہی خوبیوں والا ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیک زبان ہو کر کہتے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا

ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا

جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا یوں جواب دیتے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ

اے اللہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے

فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

اللہ آپ انصار و مہاجرین کو بخش دیں

سکون اور ثابت قدمی کی دعا:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ احزاب والے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی والی مٹی کو وہاں سے دور پھینک رہے ہیں اور کھجوروں کے پتوں سے بُنی ہوئی ٹوکری سے مٹی چھن چھن کر پیٹ مبارک پر پڑ رہی ہے۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ

عنہ کے یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے:

لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا

اگر آپ نہ ہوتے تو ہمیں کبھی ہدایت نہ ملتی

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اور ہم صدقہ ادا کرسکتے نہ ہی نماز پڑھ سکتے

فَأَنْزِلِ السَّكِينَةَ عَلَيْنَا

اے اللہ ہم پر سکون نازل فرما

وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

اگر ہماری لڑائی ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما

إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے

إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

یہ ہمیں فتنے میں ڈالنا چاہیں تو ہم قبول نہ کریں گے

جب آخری لفظ أَبَيْنَا پر پہنچتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مل کر بآواز بلند اس لفظ کو دو مرتبہ دہراتے اور أَبَيْنَا أَبَيْنَا کہتے۔

شام، ایران اور یمن کی فتح کی پیش گوئی:

ایک مرتبہ کھدائی کے دوران ایک بڑی اور سخت چٹان سامنے آگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کافی زور لگایا لیکن چٹان نہ ٹوٹی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا معاملہ بتایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کُدال لے کر خود خندق میں اترے صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ مبارک پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ (تاکہ پتھروں کی

ٹھنڈک کی وجہ سے بھوک کا احساس کم سے کم ہو) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تین دن سے کوئی چیز نہ کھائی تھی اور (بھوک کی شدت سے معدے کی حِدّت کو کم کرنے کے لیے) پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر چٹان پر ضرب لگائی اس کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! شام کی چابیاں مجھے دے دی گئیں، اللہ کی قسم! شام کے سرخ محلات میں اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ضرب لگائی جس سے اس چٹان کا دوسرا حصہ بھی ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فارس (ایران) کی چابیاں مجھے دے دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مدائن کے سفید محلات کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور ضرب لگائی جس سے بقیہ حصہ بھی بکھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! یمن کی چابیاں مجھے دے دیں گئیں۔ اللہ کی قسم! صنعاء(یمن کا دارالحکومت) کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

مشرکین کا لشکر مدینہ پہنچا:

ابھی خندق کی کھدائی مکمل ہوئی ہی تھی کہ مشرکین کا لشکر مدینہ منورہ پہنچ گیا قریش مکہ نے اُحد پر پڑاؤ ڈالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جبل سلع کے قریب قیام فرمایا۔

یہودِ بنو نضیر کی بدعہدی:

قریش نے بنو قریظہ کو بھی بار بار اصرار کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ حالانکہ بنو قریظہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے دشمنوں کا ساتھ نہیں دیں گے لیکن اس کے باوجود یہود بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کے بار بار کہنے پر بنو قریظہ کی نیت بدل گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے جا کر حالات دیکھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی بدعہدی سے آگاہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بدعہدی اور غداری سے بہت غمگین ہوئے۔ باہر کفار نے مسلمانوں کا

محاصرہ کیا ہوا تھا، اندر سے بنو قریظہ نے غداری کی۔

مقابلہ آرائی:

مسلمان کئی دن اور کئی راتوں سے سخت بھوک اور پیاس میں مبتلا تھے۔ سخت سردی کا موسم، ٹھنڈی ہواؤں کا سامنا، اتنی ساری تکالیف اور پریشانیاں اکٹھی ہو گئیں، دو ہفتے تک تیر اندازی ہوتی رہی، خندق سے پار نہ کوئی آیا، نہ گیا۔ اس کے بعد عمرو بن عبد ود، عکرمہ بن ابی جہل، ہُبَیرہ بن ابی وہب، ضرار بن خطاب، نوفل بن عبد اللہ نے آمنے سامنے جنگ لڑنے کے لیے اہل اسلام کو للکارا۔ ایک طرف سے خندق کی چوڑائی قدرے کم تھی، جہاں سے دشمن کے کچھ لوگ خندق پار کر کے مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ دشمن کی فوج میں عمرو بن عبد ود نامی ایک پہلوان بھی تھا جس کے بارے مشہور تھا کہ وہ تنہا ایک ہزار شہسواروں سے لڑ سکتا ہے، اس نے اہل اسلام کو لڑنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا: تم میں سے کوئی ہے جو مجھ سے لڑنے کی ہمت رکھتا ہو؟

اس کے مقابلے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے عمرو! کیا تو نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر کسی قریشی نے مجھے دو چیزوں کی دعوت دی تو میں ایک کو ضرور قبول کروں گا؟ اس نے کہا کہ ایسا ہی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے حقارت آمیز لہجے سے جواب دیتے ہوئے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: پھر میں تمہیں مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے متکبرانہ لہجے میں کہا: بچے! میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے دشمن دین کی رعونت کو خاک تلے روندتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ عمرو غصے سے لال پیلا ہوا، گھوڑے سے نیچے اترا، اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور تلوار سونت لی، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مقابلے میں سینہ تان کر کھڑے ہوئے اور تلوار کو سونت لیا۔

تھوڑی دیر بعد تلواروں کی جھنکار سے رزم گاہ گونج اٹھی، دشمنان اسلام کے دلوں میں اسلام کی ہیبت اترنا شروع ہوئی اور اہل اسلام کے قلوب میں نصرت خداوندی کی امید؛ یقین کا روپ دھارنے لگی کچھ ہی لمحوں میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے عمرو جیسے دیو ہیکل انسان کو خاک و خون میں ڈھیر کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ

عنہ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ باقی لوگ واپس بھاگے۔ ان میں سے نوفل بن عبد اللہ اور اس کا گھوڑا دونوں خندق میں ہی گر گئے اور وہ گردن ٹوٹنے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا:

تیر اندازی اتنی شدید کہ ہر طرف سے تیروں کی بارش تھی، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہ رگ پر تیر لگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دربار میں دعا کی: اے اللہ! اگر اس کے بعد کفار مکہ اور اسلام کی کوئی لڑائی یا جنگ باقی ہو تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ کیونکہ مجھے اس سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں کہ میں ان لوگوں سے لڑوں جنہوں نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی ہے اور اگر قریش مکہ اور مسلمانوں کی کوئی جنگ باقی نہیں تو اسی زخم کو میری شہادت کا ذریعہ بنا۔

یہودی جاسوس کا خاتمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں بھیج دیا اور اسی قلعہ کے قریب یہود آباد تھے، اس قلعہ پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پہرا دے رہے تھے۔ ایک یہودی اس قلعہ کے قریب مشکوک پایا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے پہلے خیمہ کی ایک لکڑی لی اور اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا کام تمام ہوا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بہادر تھے بزدل نہیں:

علامہ سُہیلی رحمہ اللہ نے الروض الاُنف میں لکھا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف بزدلی کی نسبت کرنا درست نہیں اس لیے کہ اگر واقعتاً حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل ہوتے اور میدان جنگ میں بزدلی کا مظاہرہ کرتے تو ان کے مخالف شعراء اپنے اشعار میں ان کی بزدلی کا تذکرہ ضرور کرتے جبکہ ان کے خلاف لکھے گئے اشعار میں کہیں بھی ان پر بزدلی کا طعنہ موجود نہیں۔ اصل میں وہ بیمار تھے۔

ایک جنگی تدبیر:

قبیلہ بنو غطفان کے ایک بڑے رئیس نعیم بن مسعود الاشجعی جنگ کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ میرے لوگوں کو میرے ایمان کی خبر نہیں ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں کسی تدبیر کے ذریعے ان دشمنوں کے درمیان پھوٹ ڈال دوں تاکہ یہ محاصرہ ختم ہو جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ اور ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ لڑائی حیلہ اور تدبیر ہی کا نام ہے۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ غطفان کے سردار تھے اس لیے یہود اور قریش مکہ دونوں کو آپ پر اعتماد تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے بنو قریظہ کے یہودیوں کے پاس گئے، ان سے کہا: تم جنگ میں شریک تو ہو گئے ہو لیکن کیا تم نے یہ سوچا ہے کہ اگر جنگ میں شکست ہوئی تو غطفان اور قریش تو اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے تمہارا کیا ہو گا؟ تمہارا واسطہ تو مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہی رہے گا۔

بنو قریظہ نے کہا کہ بات تو آپ کی بالکل درست ہے لیکن اب ہم کیا کریں؟ حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے اطمینان حاصل کر لو قریش اور غطفان کے چند آدمی اپنے پاس رہن رکھ لو۔ اگر وہ رہن میں اپنے آدمی رکھوا دیں تو جنگ میں شرکت کرو ورنہ نہیں۔ بنو قریظہ کو ان کی یہ تجویز پسند آئی اور یہ فیصلہ کر لیا کہ قریش اور غطفان کے چند لوگوں کو بطور رہن اپنے پاس رکھیں گے۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد قریش کے پاس آئے، ان سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہود بنو قریظہ اس جنگ کی وجہ سے کافی پریشان ہیں اور انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگر ہم قریش اور غطفان کے چند سردار گرفتار کر کے آپ کے حوالے کر دیں تو پھر تو آپ ہم سے لڑائی نہیں کریں گے؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رضامندی ظاہر کر دی ہے دیکھ لینا یہودی تم سے رہن میں تمہارے کچھ لوگوں کا مطالبہ کریں گے اور ان کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔

قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو یہود بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ محاصرہ کافی طویل ہو گیا ہے اب تم لوگ باہر نکلو تاکہ ہم سب مل کر حملہ کریں، انہوں نے عکرمہ سے کہا کہ پہلے اپنے چند لوگوں کو بطور رہن ہمارے پاس رکھو ہم پھر جنگ میں شریک ہوں گے تاکہ ہمیں تمہاری طرف سے اطمینان ہو جائے کہ تم ہمیں تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔

تدبیر کام کر گئی:

بنو قریظہ کی اس بات سے قریش اور غطفان کو حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صداقت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم رہن میں اپنے لوگ نہیں رکھوا سکتے اگر جنگ لڑنی ہے تو آ جاؤ ورنہ ہمیں بھی تمہاری ضرورت نہیں۔ یہود کو بھی حضرت نعیم بن مسعود کی بات کا یقین ہو گیا کہ قریش ہمیں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس تدبیر سے غلط فہمیاں پیدا کر دیں جس سے ان میں پھوٹ پڑ گئی اور بنو قریظہ نے قریش کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

تیز آندھی:

جب عمرو بن عبدوَد اور نوفل بن عبد اللہ قتل ہوئے تو باقی مبارزین (للکارنے والے) واپس چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعا کرنے کا حکم فرمایا، سب نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ رات کو تیز آندھی چلی، ان کے خیمے اکھڑ گئے، برتن الٹ گئے، چولہوں پر موجود بڑی بڑی دیگیں الٹ گئیں، ان میں ریت چلی گئی اور مشرکین و کفار کی آنکھوں میں ریت پڑ گئی۔

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ کی حاضر دماغی:

رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو لشکر کی صورتحال معلوم کرنے کے لیے بھیجا اور تاکیدی طور پر یہ ہدایت دی کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کرنا۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ ان پر کوئی تیر مت چلانا، تلوار کا وار نہ کرنا، ان پر پتھر بھی نہ پھینکنا یہاں تک کہ تم میرے پاس صحیح سالم لوٹ کر آؤ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو جاتے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی کہ جب تک تم میرے پاس لوٹ کر نہیں آتے تمہیں گرمی یا سردی نہیں لگے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ قریش کے لشکر کی طرف گئے، ان کے لوگوں میں داخل ہوئے۔ ابوسفیان نے اس وقت لوگوں کو جمع کیا ہوا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ اے قریش! تم میں سے ہر شخص جاسوسوں سے ہوشیار رہے اور اپنے ارد گرد والے کو اچھی طرح پہچان لے۔ حضرت حذیفہ رضی

اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کی یہ بات سن کر میں نے فوراً اپنے دائیں جانب والے کا ہاتھ پکڑا اور اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان اس کے بعد بائیں جانب والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ عمرو بن عاص ہوں۔

آخر میں ابوسفیان نے قریش سے کہا کہ اب یہاں سے چلو! ہمارے جانور ہلاک ہو گئے ہیں، بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اس تیز ہوا نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے ہمارے لیے اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا سب مشکل ہے اس لیے ہمیں یہاں سے لوٹ جانا چاہیے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر فوراً وہاں سے چل پڑا۔

کفر کی کمر ٹوٹ گئی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن کے بعد ہم ہی کفار و مشرکین پر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ اب کفر کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ اس جنگ میں پندرہ دن تک محاصرہ رہا، 3 کافر مارے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے 6 حضرات شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہم

غزوہ احزاب میں چند معجزات کا ظہور:

1: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کی دعوت دی، جس میں بکری کا ایک بچہ ذبح کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرایا اور اپنے ساتھ ایک ہزار افراد کو لے کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں جا پہنچے۔ کھانے پر برکت کی دعا فرمائی اپنا لعاب مبارک اس میں شامل فرمایا۔ وہی کھانا جو چند افراد کے لیے تیار کیا گیا تھا اسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے کھایا اور اپنے اڑوس پڑوس والوں کو بھی کھلایا لیکن پھر بھی کھانا بچ گیا۔

2: حضرت ام عامر اَسلمیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حلوے کا ایک پیالہ لے کر آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھلایا جن کی تعداد 3000 تھی سب نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر بھی بچ گیا۔

3: حضرت عَمرہ بنت رَواحہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی اور شوہر کے لیے کچھ کھجوریں کھانے کے لیے لائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو فرمایا کہ کھجوریں میرے پاس لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کو ایک کپڑے

کے ساتھ ڈھانپ دیا اور اس میں برکت کی دعا فرمائی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوب سیر ہو کر کھائیں پھر بھی وہ بچ گئیں۔

غزوہ بنی قُریظہ:

سن 5 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس مدینہ لوٹے اور ابھی ہتھیار اتارے ہی تھے کہ حضرت جبرئیل امین موضع جنائز (مسجد نبوی کے متصل وہ جگہ جہاں نماز جنازہ ادا کی جاتی تھی) کے قریب آکر کھڑے ہوگئے اور عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار رکھ دیے ہیں حالانکہ ابھی تک میں نے اور ملائکہ نے ہتھیار نہیں اتارے۔ اللہ کا حکم ہے بنو قریظہ کی طرف چلنا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی میں پہلے جاکر ان کے دلوں میں رعب ڈالتا ہوں تاکہ ان کے قدم اکھڑ جائیں۔

غزوہ کا سبب:

اس غزوے کا سبب یہود بنو قریظہ کی غداری تھی وہ غطفان اور قریش کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قریش اور غطفان کو شکست دی تو بنو قریظہ کے لوگوں نے اپنے آپ کو قلعوں کے اندر محصور کر لیا۔

بنو قریظہ کی طرف چلنے کا حکم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن کی تعداد 3000 تھی) سے فرمایا:

لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ

تم میں سے ہر شخص نمازِ عصر بنو قریظہ ہی میں پڑھے!

مگر ہوا کچھ یوں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنی قریظہ پہنچنے سے قبل ہی نماز عصر اس وجہ سے پڑھ لی کہ وقت بالکل ختم ہونے والا تھا اور ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں نماز کا وقت ہی ختم نہ ہو جائے اور قضاء نہ ہو جائے، انہوں نے لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ میں یہ اجتہاد کیا کہ جلدی پہنچنا ہے یعنی نماز عصر تک وہاں ضرور پہنچنا ہے۔

اس حکم کا تعلق ادائے صلوۃ سے نہیں بلکہ جلد پہنچنے سے ہے، اب چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا بھی ضروری ہے اس لیے نماز کو ادا کر لیا جبکہ دوسرے فریق نے الفاظِ حدیث سے یہی سمجھا کہ اس کے ظاہر پر عمل ضروری ہے، انہوں نے بنی قریظہ پہنچ کر ہی نماز عصر ادا فرمائی۔ اس کی اطلاع جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے کسی کو غلط قرار نہیں دیا۔

یہ دلیل ہے کہ مجتہدین کا اجتہاد ہر حال میں باعث اجر ہے۔ اگر درست ہو تو دہرا اجر اور اگر خطاء پر بھی ہوا تب بھی اکہرا اجر ضرور ملتا ہے۔

اجتہاد سے متعلقہ اُصولی بات:

1. معاملہ نیک نیتی پر مبنی ہو۔
2. اختلاف کا سبب امرِ اجتہادی ہو۔
3. اور اختلاف کرنے والے ماہرینِ شریعت ہوں۔

تو ان سے صادر شدہ اختلاف کو رحمت ہی کہا جائے گا، ہاں! اگر شرائطِ مذکورہ کا فقدان ہو تو پھر یہی اِختلاف؛ اِفتراق کا زینہ بن جاتا ہے۔

ملائکہ کا لشکر اور اسلام کا جھنڈا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ہمراہ بنو قریظہ پہنچے تو بنو غنم کا سارا محلہ گرد و غبار سے بھر گیا (مجھے یہ واقعہ اب تک ایسا یاد ہے کہ) گویا کہ میں آج بھی اس گرد کو دیکھ رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو اسلام کا جھنڈا دے کر بنو قریظہ کی طرف بھیجا۔ اس کے بعد بذات خود تشریف لائے اور بنو قریظہ کا پچیس دن تک محاصرہ کیے رکھا۔

سردار بنو قریظہ کعب بن اسد کی تین شرطیں:

بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں تمہارے سامنے

تین باتیں رکھتا ہوں ان میں سے کسی ایک بات کو اختیار کر لو تا کہ تم مصیبت سے بچ جاؤ۔

1: ہم سب اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئیں اور اس کے تابع اور فرماں بردار بن جائیں کیونکہ اللہ کی قسم یہ بات تم پر واضح اور روشن ہو چکی ہے کہ بے شک وہ اللہ جل جلالہ کے نبی اور رسول ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کا تذکرہ تورات میں تم لکھا ہوا پاتے ہو۔ اگر تم اس پر ایمان لے آؤ گے تمہاری جان، مال، بچے اور عورتیں سب محفوظ ہو جائیں گے۔ بنو قریظہ نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔

2: ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کر دیں اور پھر بے فکر ہو کر لڑیں اگر ہم جنگ ہار بھی گئے تو بیوی بچوں کا غم اور فکر نہ ہو گا اور اگر جنگ ہمارے حق میں فتح کی خوشخبری بنے تو بیویاں اور بچے پھر سے آ جائیں گے، عورتیں بہت ہیں۔ بنو قریظہ نے کعب کی اس بات کو ماننے سے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ بھلا کوئی شخص اپنی بیوی اور اپنے ہی بچے اپنے ہاتھوں سے قتل کر سکتا ہے یہ کام ہم سے نہ ہو گا۔

3: آج ہفتہ کی رات ہے اور محمد اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم غفلت کی نیند سو چکے ہوں گے۔ ان کی بے خبری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر اچانک حملہ کرتے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ آج کے دن ہم ان پر حملہ نہ کریں گے کیونکہ ہمارے دین میں ہفتہ کا دن عظمت اور حرمت والا ہے۔ لیکن بنو نضیر نے یہ بات بھی نہ مانی اور کہا کہ ہمارے باپ دادا کو بھی اس دن کی بے حرمتی کی وجہ سے عذاب ہوا تھا اور وہ بندر اور خنزیر بن گئے تھے۔ ہم اس کی جرات نہیں کر سکتے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں ان کے بنو قریظہ کے ساتھ حلیفانہ تعلقات تھے۔ محاصرے کے دوران بنو قریظہ کے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ آپ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو اجازت دیں کہ وہ ہمارے پاس آئیں، ہم نے ان سے مشورہ کرنا ہے۔ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اُن کے پاس تشریف لے گئے تو ان کی عورتیں اور ان کے بچے رونے لگ گئے، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان پر ترس آ گیا۔

بنو قریظہ نے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے ہم اسلام قبول کر لیں یا نہ کریں۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ان کو

بتایا کہ اسلام قبول کر لو تو بہتر ہے ورنہ حلق کی طرف اشارہ کیا کہ قتل کر دیے جاؤ گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قتل کریں گے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی قسم:

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنی اس بات پر فوراً تنبیہ ہو گئی اور خود ہی دل میں سوچا کہ یہ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کی بات بیان کر دی جو مجھے نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اپنے آپ کو ملامت کی اور مسجد نبوی میں آکر اپنے آپ کو ستون (جو اُستوانہ ابی لبابہ / استوانہ التوبہ کے نام سے معروف ہے) سے باندھ دیا اور قسم اٹھالی کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری براءت نازل نہیں فرمائیں گے اس وقت تک یہاں سے اپنے آپ کو نہ ہٹاؤں گا مزید یہ کہ میں کبھی بنو قریظہ نہیں جاؤں گا۔

فائدہ: حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل صوفیاء کی اصطلاح میں "حال" کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کاملین، محبین و مخلصین کو عطا فرماتے ہیں یہ محبت کی وہ خاص کیفیت ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مستحسن ہے، بعض مشائخ کے احوال میں جو یہ ملتا ہے کہ وہ عبادات میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے اس کی اصل یہی ہے۔

ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے جلدی کی ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابولبابہ ایسا کرنے کے بجائے میرے پاس آکر معافی مانگ لیتے تو میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ ان کے حق میں میری دعا اور توبہ قبول کر لیتے لیکن انہوں نے جلدی کی اب میں ان کو اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں براءت نازل نہ فرمادیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

محاصرہ طول پکڑ گیا تو بنو قریظہ نے مجبور ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ ہمیں جو حکم دیں گے ہمیں قبول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ اس بات پر راضی ہو کہ تمہارا فیصلہ تمہی میں سے ایک شخص کر دے؟ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ فرمائیں

ہمیں قبول ہے۔ یادرہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے قبیلے "اوس" سے بنو قریظہ کے دوستانہ تعلقات تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا جو کہ قریبی مسجد میں ایک خیمے کے اندر آرام فرمارہے تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کو جنگ خندق میں زخم آئے تھے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے خاص خیمہ قریب کی ایک مسجد میں لگوادیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ

اپنے سردار کے اعزاز و استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سنایا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام اور باندیاں بنالیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں کو دے دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا:

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ آپ کے علم میں ہے کہ مجھے اس بات سے زیادہ کوئی اور بات محبوب نہیں کہ میں اس قوم سے جہاد و قتال کروں جس قوم نے آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے اور حرم سے ان کو نکالا ہے۔ اے اللہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ نے ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی ختم فرمادی ہے لیکن اگر قریش سے لڑنا ابھی باقی ہے تو مجھے زندگی عطا فرما کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کروں اور اگر آپ نے ان کے اور ہمارے درمیان لڑائی ختم فرمادی ہے تو اس زخم کو جاری فرمادے اور اس کو میری شہادت کا ذریعہ بنادے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا ختم ہوئی تو زخموں سے خون نکلنا شروع ہو گیا جو آپ رضی اللہ عنہ کو خندق کے موقع پر آئے تھے اور یہی آپ کی شہادت کا سبب بنا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سعادت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج سعد کی شہادت پر عرش الٰہی بھی کانپ اٹھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے لیے آسمان کے تمام دروازے کھول دیے گئے اور آسمانوں کے فرشتے ان کی روح سے مسرور

ہوئے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترے تھے۔

جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو اس وقت آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو آئی۔

بنو قریظہ کے غداروں کا انجام:

مذکورہ فیصلے کے مطابق بنو قریظہ کے جنگجوؤں کو گرفتار کر لیا گیا جن کی تعداد 400 تھی۔ انہیں ایک انصاری خاتون کے مکان میں رکھا گیا، بازار میں گڑھے کھدوائے گئے۔ پھر دو دو، تین تین کو اسی مکان سے لایا جاتا اور گڑھوں میں ان کے سر قلم کر دیے جاتے۔ حیی بن اخطب اور کعب بن اسد کو بھی قتل کر دیا گیا۔

قیدیوں کو نجد اور شام کی طرف بھیجا گیا اور ان کو فروخت کر کے گھوڑے اور ہتھیار خریدے گئے، صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا جس نے اپنی چھت سے چکی کا پاٹ گرایا تھا جس کی زد میں آ کر صحابیِ رسول حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے۔ بنو قریظہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کیا گیا۔

حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کی براءت:

حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ 6 دن تک ستون سے بندھے رہے صرف قضاء حاجت کے لیے کھول دیے جاتے نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے غم اور تکلیف سے نڈھال تھے اور توبہ استغفار کرتے کہ اللہ میری توبہ نازل فرما دے۔ اسی حالت میں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی:

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:102

ترجمہ: اور کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔ انہوں نے ملا جلا عمل کیا؛ ایک اچھا اور دوسرا برا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی طرف سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنائی گئی تو انہوں نے خواہش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود مجھے اپنے مبارک ہاتھوں سے کھولیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے تشریف لائے اور ان کو اپنے مبارک ہاتھوں سے کھول دیا۔ رضی اللہ عنہ۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی:

سن 5 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں وہاں سے طلاق کے بعد جب عدت مکمل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ زید! جاؤ اور زینب کو میری طرف سے پیغام نکاح دو! حضرت زید رضی اللہ عنہ فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان کی طرف چل پڑے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا تو وہ میری نگاہ میں اتنی قابل عزت و احترام تھیں کہ میں ان کی طرف نظر نہ اٹھا سکا یہاں تک کہ ادب و احترام کی وجہ سے میں ان کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوا اور کہا: آپ کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو نکاح کا پیغام دوں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی، یہاں تک کہ میں اپنے رب سے اس بارے مشورہ نہ کر لوں اور پھر اٹھ کر نماز (استخارہ) پڑھنا شروع کی۔

دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترنا شروع ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: "کون ہے جو زینب کو یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح ان سے کر دیا ہے۔" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الاحزاب کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ: 37

ترجمہ: پھر جب زید نے اس سے اپنا ازدواجی تعلق ختم کر لیا تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ اہلِ

ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب وہ ان سے ازدواجی تعلق ختم کر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہونا ہی تھا۔

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ موجود تھیں، انہوں نے سنا تو وہ خوشخبری سنانے کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئیں اور فرمایا: اے زینب! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آسمانوں پر کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جب یہ عظیم ترین خوشخبری سنی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے زیور اتار کر حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو دے دیے پھر اللہ کا شکر ادا کیا اور نذر مانی کہ میں دو ماہ روزے رکھوں گی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور 400 درہم حق مہر ادا کیا۔

نکاح کے دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمے کی دعوت رکھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ولیمہ کیا اس سے بہتر ولیمہ کسی اور بیوی سے شادی کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔"

معجزے کا ظہور:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ولیمے کے موقع پر ایک بکری ذبح فرمائی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ! فلاں فلاں کو اور ان کے علاوہ جو تم کو ملے ولیمہ کے لیے بلا کر لاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمے میں آنے کی دعوت دی کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر لوگوں سے بھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ دس دس کا حلقہ بنالو اور ہر شخص اپنی طرف سے کھائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ نے اپنا دستِ مبارک اس کھانے میں رکھا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھالیا، کھانا تب بھی ختم نہ ہوا۔ جب سب لوگ کھا چکے تو مجھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اس کھانے کو اٹھالو! حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسے اٹھایا تو میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ جب یہ کھانا میں نے لوگوں کے سامنے کھانے کے لیے رکھا تھا اُس وقت زیادہ تھا یا اب زیادہ

ہے؟ اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سینکڑوں آدمیوں کے کھالینے پر بھی بچ گیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ معلوم ہوتا تھا۔

حجاب کا حکم:

سن 5 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں حجاب کا حکم نازل ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پردہ کا حکم کب، کہاں اور کیوں اترا؟ اس بات کو سب لوگوں سے زیادہ میں جانتا ہوں، فرماتے ہیں: "سب سے پہلے پردہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد دوسرے روز ولیمہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا۔ لوگ آئے اور کھانا کھا کر چلے گئے لیکن چند آدمی وہیں باتیں کرتے ہوئے رہ گئے اور بہت دیر لگادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ناگواری محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ لوگ بھی چلے جائیں لیکن مروت کی وجہ سے ان کو کچھ کہہ نہ سکے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کیا کہ خود وہاں سے تشریف لے گئے تاکہ یہ لوگ بھی چلے جائیں۔

حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے، کچھ دیر بعد واپس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ شاید اب وہ لوگ بھی چلے گئے ہوں گے۔ واپس آکر دیکھا کہ وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ آکر دیکھا تو لوگ چلے گئے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد باہر واپس تشریف لائے اور یہ آیت حجاب تلاوت فرمائی جو اسی وقت نازل ہوئی تھی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ: 53

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گھروں میں داخل مت ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے

اجازت دی جائے، اور وہ بھی اس طرح کہ [پہلے سے جا کر] کھانا پکنے کے انتظار میں نہ رہو۔ ہاں جب تمہیں بلایا جائے تبھی داخل ہوا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگا کر مت بیٹھے رہو۔ اس بات سے نبی ﷺ کو ناگواری ہوتی ہے مگر وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے میں کوئی لحاظ نہیں فرماتا۔ اور جب تم ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں کی پاکیزگی کے لیے بھی زیادہ مناسب طریقہ ہے اور ان کے دلوں کے لیے بھی۔ اور تمہارے لیے ہرگز جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ بیشک تمہارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا سنگین ہو گا۔

اس آیت مبارکہ میں پردے کے بارے خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہے۔ لیکن حکم عام ہے ساری امت کے لیے ہے۔ جس کی دلیل اسی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 59 ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

مشق نمبر 10

مختصر جواب دیں:

1. دُبا اور نقیر کسے کہتے ہیں؟
2. حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر کیا کہا؟
3. کن کے ذریعہ سے امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہتان کا علم ہوا؟
4. کون سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے؟
5. مکاتبت کسے کہتے ہیں؟
6. خندق کی لمبائی چوڑائی کیا تھی؟
7. غزوہ احزاب کب پیش آیا؟
8. اجتہاد سے متعلق اصولی باتیں کون سی ہیں؟
9. پردے کا حکم کب نازل ہوا؟

خالی جگہ پر کریں:

1. غزوہ بنی مصطلق میں صرف ایک صحابی............شہید ہوئے۔
2. غزوہ بنی مصطلق میں قافلہ کے آخری حصہ کے ذمہ دار............تھے۔
3. سورۃ نور کی آیات سیدہ............کے حق میں نازل ہوئیں۔
4. سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے حق مہر کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبیلے کے......غلام آزاد فرمائے۔
5. غزوہ بنو قریظہ میں بنو قریظہ کے............جنگجوؤں کو گرفتار کیا گیا۔
6. ....6 دن تک ستون سے بندھے رہے۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1: غزوہ دُومۃ الجندل میں کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر نکلا:

ایک ہزار   پندرہ سو   دو ہزار

2: حدِّ قذف کہتے ہیں:

چوری کی سزا کو   شراب پینے کی سزا کو   جھوٹی تہمت کی سزا کو

3: غزوہ احزاب کا دوسرا نام ہے:

غزوہ رجیع   غزوہ خندق   غزوہ سویق

4: غزوہ احزاب میں محاصرہ رہا:

آٹھ دن   دس دن   پندرہ دن

5: سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پہلے ان کے نکاح میں تھیں:

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ   اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ   عمر رضی اللہ عنہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ
وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ

سن 6 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف جنگی مہمات پر روانہ کرنا،
غزوہ بنو لحیان، غزوہ حدیبیہ، بیعت رضوان، صلح حدیبیہ، آپ ﷺ پر جادو
انگوٹھی مبارک، غزوہ ذی قرد، ظہار کا حکم، وفد جذام کی آمد
سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی، حج کا حکم

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ محرم الحرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو "قُرطا" میں بھیجا۔ اس میں 150 اونٹ اور 3000 بکریاں بطور غنیمت ہاتھ آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم فرمادیا۔ اس میں ثُمامہ بن اُثال حنفی (رئیس اہل یمامہ) کو قید کر کے لایا گیا جو بعد میں صحابی رسول بنے۔ رضی اللہ عنہ۔

سریہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 40 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو "غَمرِ مَرزُوق" (بنو اسد کے کنویں کا نام) کی طرف بھیجا۔ بغیر مقابلے کے یہ حضرات 200 اونٹ لے کر مدینہ واپس آئے۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 10 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو معاویہ" میں بھیجا۔ یہ لوگ "ذوالقصَّہ" نامی جگہ میں تھے کفار نے ان پر غلبہ پالیا اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا۔ ان کی مدد کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا گیا۔

نوٹ: ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

سریہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 40 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے "ذوالقَصَّہ" بھیجا۔ کفار پر غلبہ حاصل کیا اور بہت سے مال مویشی غنیمت کے طور پر لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خُمُس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم فرمادیا۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "جَمُوم" (بطنِ نخلہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) کی طرف بھیجا۔ ان حضرات نے چند کفار کو قید کیا اور مال مویشی پر قبضہ کرکے واپس مدینہ لوٹے۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ جمادی الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 15 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "طَرَف" (بنو ثعلبہ کا کنواں تھا) نامی مقام پر بھیجا۔ بغیر کسی مقابلے کے 20 اونٹ اپنے ساتھ لائے۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ جمادی الثانی ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 500 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "وادی قریٰ" سے آگے بنوجُذام کی جانب "حِسْمیٰ" نامی مقام کی طرف بھیجا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ 1000 اونٹ 5000 بکریاں اور 100 عورتیں اور بچے قید کرکے لائے۔ بعد میں اس قبیلے کا سردار رِفاعہ بن زید الجُذامی دس آدمیوں کا وفد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدی اور مال مویشی واپس کردیے۔

سریہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ جمادی الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 100 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو فَزارہ" کی طرف وادی القُری بھیجا۔ کچھ کافر مارے گئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔

نوٹ: وادی القریٰ کا معنیٰ: وہ وادی جس میں بہت ساری بستیاں ہوں۔ یہ وادی مدینہ کے قریب شامی حاجیوں کے راستے پر واقع ہے۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ رجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی "بنو فزارہ" کی طرف وادی القریٰ میں بھیجا۔ اس وقت قبیلہ کے لوگ وہاں جمع تھے اس سریہ میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

غزوہ بنی لِحیان:

سن 6 ہجری ماہ رجب المرجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ "بنولحیان بن ہُذیل بن مدرکہ" جو کہ "عُسفان" کی جانب تھا؛ کی طرف تشریف لے گئے۔

اس غزوہ کا سبب یہ بنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ رجیع کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اِبن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن میں 20 گھڑ سوار تھے) کو ساتھ لے کر مقابلے کے لیے نکلے۔

جب دشمنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کی اطلاع ملی، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب ڈال دیا اور وہ لوگ وہاں سے پہاڑوں میں جا چھپے۔ دو دن قیام فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

سریہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 700 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "دُومۃ الجندل" روانہ فرمایا۔ وہاں جاکر آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ جزیہ دینے پر راضی ہوئے۔ (باقی تفصیل غزوہ دُومۃ الجندل میں گزر چکی) اس سریہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی دستار بندی فرمائی۔

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 100 صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو سعد بن بکر" کی جانب بھیجا۔ غنیمت کے طور پر 500 اونٹ اور 2000 بکریاں حاصل ہوئیں۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دوبارہ "بنو فزارہ" کی طرف "وادی القریٰ" بھیجا۔ بعض کفار مارے گئے اور بعض کو قید کر لیا گیا۔

سریہ عبد اللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 5 یا 7 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "ابو رافع یہودی" کی طرف بھیجا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے رات کی تاریکی میں اس کو قتل کر دیا۔

سریہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ شوال المکرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "اُسَیر بن رِزَام یہودی" کی طرف بھیجا۔ جن میں عبد اللہ بن عتیک اور عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہما بھی تھے انہوں نے اُسیر بن رِزام سے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تو دربارِ نبوی میں حاضر ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے انعام واکرام سے نوازیں اور خیبر کا حاکم بنائیں۔ اُسیر لالچ میں آکر ان کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں اس نے دھوکہ دینا چاہا تو حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے ساتھی لڑائی کرنے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سب کو قتل کر دیا لیکن ایک شخص بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

سریہ کُرز بن جابر رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ شوال المکرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کُرز بن جابر رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت

چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "عُکل اور عُرینہ" کی طرف بھیجا۔ اس کو "عرنیین" بھی کہا جاتا ہے۔

یہ وہ افراد تھے جو بظاہر اسلام لائے تھے، مدینہ منورہ کی آب وہوا موافق نہ آئی تو جنگل میں چلے گئے۔ وہاں جاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور صدقہ کے اونٹ لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو بھیجا ان کے ساتھ 20 سوار تھے چنانچہ ان کو پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائی لگانے کا حکم دیا اور ان کو حَرَّہ نامی جگہ پر ڈال دیا گیا، یہاں تک کہ مر گئے۔

غزوہ حدیبیہ:

سن 6 ہجری یکم ذوالقعدہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ بغرض عمرہ مدینہ سے مکہ کا سفر شروع کیا، لیکن مکہ سے پہلے "حدیبیہ" مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکنا پڑا اور وہیں سے واپس آنا پڑا۔

مقام حدیبیہ:

حدیبیہ؛ مکہ مکرمہ سے تقریباً 24 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ایک بستی کا نام ہے پہلے یہاں ایک کنواں ہوا کرتا تھا جسے "حدیبیہ" کہا جاتا تھا، بعد میں اسی کنویں کی وجہ سے اس علاقے کا نام بھی "حدیبیہ" معروف ہو گیا۔ اس کا اکثر حصہ حدود حرم میں ہے اور بعض حصہ حل (حدود حرم سے خارج) ہے۔

نبی کریم ﷺ کا خواب مبارک:

6 ہجری میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور کعبۃ اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد کسی نے سر کے بال منڈوائے اور کسی نے کتروائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مبارک خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا سب نہایت خوش ہوئے۔

مکہ مکرمہ کی جانب سفر کا آغاز:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال یکم ذوالقعدہ بروز پیر مدینہ منورہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ

معظمہ کا سفر شروع کیا۔ صحیح روایات کی بنیاد پر آپ کے ہمراہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بروایت براء بن عازب رضی اللہ عنہ 1400 جبکہ بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ 1500 تھی۔

مقام ذوالحلیفہ پر:

مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر سب نے احرام باندھا۔ اس مبارک قافلے کے پاس اللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانور بھی موجود تھے جنہیں ایک خاص علامت لگا کر ساتھ لایا جاتا تھا۔ بُسر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ کی خبر معلوم کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ مسلمانوں کا ارادہ چونکہ صرف عمرہ کا تھا، جنگ کا نہیں تھا اس لیے اسلحہ وغیرہ ساتھ نہیں تھا صرف اتنے ہتھیار ساتھ تھے جو عام سفر میں جان ومال کی حفاظت کے لیے ساتھ رکھے جاتے تھے۔

مقام غدیر اشطاط پر:

غدیر اشطاط پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع موصول ہوئی کہ قریش مکہ نے آپ کی اطلاع ملتے ہی ایک بڑا لشکر جمع کیا ہے اور جنگ کی تیاری شروع کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) دو سو سواروں کو ساتھ لے کر مقام غمیم میں پہنچ گیا ہے، لہٰذا اس راستے سے ہٹ کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کرو۔

قَصواء (اونٹنی) کا معاملہ:

اہل اسلام کا یہ قافلہ حدیبیہ پہنچا، یہاں سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی (قَصواء) کو مکہ مکرمہ کی طرف موڑنا چاہا تو اونٹنی وہیں پر بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو اٹھانے کے لیے حَلْ حَلْ (اونٹنی کو اٹھانے کی آواز) کہا لیکن اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے قصواء اَڑ گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصواء نہ اپنی مرضی سے بیٹھی ہے اور نہ ہی اس طرح اَڑ جانا اس کی عادت ہے بلکہ جس اللہ نے ہاتھیوں کو مکہ داخل ہونے سے روکا تھا (واقعہ اصحاب فیل کی طرف اشارہ تھا) اسی اللہ نے اسے بھی روک دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی چاہت:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان

ہے اگر قریش مکہ مجھ سے کسی ایسی بات کا مطالبہ کریں جس میں شعائر اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت والی چیزوں) کی تعظیم ہو گی تو میں اسے ضرور منظور کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو اٹھایا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

حدیبیہ کا آخری کنارہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید آگے کی طرف بڑھے اور حدیبیہ کے آخری کنارے پر ایک ندی کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ شدید گرمی کا موسم، پیاس کی شدت اور پانی کی قلت تھی۔ ندی / کنویں میں پانی کم مقدار میں تھا جو تھوڑی ہی دیر میں ختم ہو گیا۔

غزوہ حدیبیہ میں چند معجزات کا ظہور:

1: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پانی کم ہو گیا ہے، گرمی کا موسم ہے اور پیاس کی شدت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا کہ اسے پانی والی جگہ پر گاڑ دو۔ اس کے بعد وہاں سے پانی جوش مار کر نکلنے لگا جیسے چشمہ ابل پڑا ہو۔ پورا لشکر اس سے سیر اب ہوا، ان کی واپسی تک یہی حال رہا۔

2: ایک بار پھر پانی کی قلت ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آکر عرض کی: اے اللہ کے رسول! تمام قافلے والوں سے پانی ختم ہو گیا ہے ہاں ایک برتن میں معمولی سا پانی موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منگوایا، اس میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں مبارک رکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے، پورے قافلے نے خوب سیر ہو کر پیا اور وضو کیا۔ راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس دن آپ کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم پندرہ سو لوگ تھے اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو یہ پانی ان سب کے لیے کافی ہوتا۔

اہل مکہ کے نام پیغام اور ان کا رویہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے قریش

مکہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں جنگ و قتال کے لیے نہیں۔ قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور قاصد کو بھی قتل کرنا چاہا لیکن کچھ لوگوں نے بیچ میں پڑ کر بچ بچاؤ کرا دیا۔ حضرت خراش رضی اللہ عنہ واپس حدیبیہ پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری صورتحال سے آگاہ فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ساری صورتحال اور منشائے نبوت کو ملحوظ رکھ کر) اپنی رائے پیش کی کہ مجھے نہ بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا۔

سفیرِ نبوت مکہ کی جانب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر اور قاصد بنا کر بھیجا کہ آپ جا کر ابوسفیان اور قریش مکہ کو سمجھائیں کہ ہم لڑنے کی نیت سے نہیں آئے بلکہ بیت اللہ کا طواف کر کے واپس چلے جائیں گے۔ مزید یہ کہ جو مسلمان مکہ مکرمہ میں اپنے اسلام کا اظہار و اعلان نہیں کر سکتے انہیں یہ خوشخبری سنا دو کہ ہمت و حوصلہ سے کام لیں، گھبرائیں نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے اور اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قریش مکہ سے گفتگو:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے اور اپنے ایک عزیز ابان بن سعید (بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) کی پناہ لی۔ قریش مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا اور مکہ میں موجود مسلمانوں کو صبر و ہمت سے کام لینے کا کہا اور فتح و نصرت کی خوشخبری سنائی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے قریش مکہ کو بہت سمجھایا کہ ہم صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں لڑنے کے لیے نہیں لیکن انہوں نے بات نہ مانی اور طے شدہ فیصلہ سنایا کہ اس سال تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی صورت مکہ میں

داخل نہیں ہو سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عمرہ کی پیش کش:

ابوسفیان نے کہا: عثمان (رضی اللہ عنہ) اگر تم چاہو تو میں تمہیں طواف کی اجازت دے سکتا ہوں لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ ہم تمہارے نبی کو طواف کی اجازت نہیں دیں گے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں ہرگز طواف نہیں کروں گا۔

واقف رموز واسرار شریعت اور غیرتِ محبت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مزاج شریعت سے واقف تھے، آپ بخوبی جانتے تھے کہ اللہ کے ہاں وہی عبادت قبول ہوتی ہے جس میں منشائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہو۔ اور یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام عازمین بیت اللہ کا طواف کریں اور عمرہ کریں۔ اب ان میں سے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عمرہ کریں اور باقیوں کو اجازت نہ ہو تو منشائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اس لیے فرمایا کہ میں اکیلے عمرہ نہیں کر سکتا۔

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مکہ کے قریب عمرہ سے روک دیا جائے اور میں بیت اللہ کا طواف کروں، ملتزم سے چمٹ کر دعائیں مانگوں، حجر اسود کے بوسے لوں، مقام ابراہیم پر نوافل ادا کروں، صفا اور مروہ کی سعی کروں؛ الغرض تمام افعال عمرہ ادا کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی غیرت محبت نے اس کو گوارہ نہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ:

آپ رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر ابوسفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قید کر دیا۔ کسی نے یہ غلط خبر اڑا دی کہ کفار مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا ہے۔

بیعتِ رضوان:

اس خبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید صدمہ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور میدانِ

حدیبیہ میں موجود ایک ببول (کیکر) کے درخت کے نیچے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے موت کی بیعت لی۔ سب سے پہلے ابو سنان اسدی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا

سورۃ الفتح، رقم الآیۃ:18

ترجمہ: اللہ ان اہل ایمان سے راضی ہوا جب وہ ایک درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور پختہ عزم) تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینتنازل فرمائی اور ان کو بطورِ انعام ایک قریبی فتح (فتح خیبر) عطا فرمائی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ اسی بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہتے ہیں۔

بعد میں پتہ چلا کہ شہادتِ عثمان والی خبر سچی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفار کے کچھ لوگوں کو قید کر لو، مسلمانوں نے کفار کے چند لوگوں کو قید کر لیا۔ تب کافروں نے مجبور ہو کر حضرت عثمان اور ان کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رہا کیا اور اس کے بدلے اپنے لوگوں کو رہا کروایا۔

بیعت کی اقسام:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تین قسم کی بیعت لیتے تھے:

1: بیعت علی الایمان: کہ پہلے کافر تھے، اب کلمہ پڑھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور بیعت کی کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں۔

2: بیعت علی الجہاد: میدانِ جہاد والی بیعت۔ اس کو بیعت علی الموت بھی کہتے ہیں۔ ہم مر جائیں گے لیکن آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے، جب تک زندہ ہیں آپ کے ساتھ رہیں گے۔

3: بیعت علی ارکان الاسلام: کہ کلمہ پڑھ لیا ہے، جہاد بھی کرتے ہیں، اب ہم بیعت کرتے ہیں کہ احکامِ شریعت پر

عمل کرتے رہیں گے اور ہم گناہوں سے بچیں گے۔

یہ تین قسم کی بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوتی تھی۔ ہمارے ہاں آج جو مشائخ بیعت لیتے ہیں یہ نہ تو بیعت علی الایمان ہے، نہ بیعت علی الجہاد ہے بلکہ یہ بیعت علی ارکان الاسلام ہے۔ تو ان تینوں قسم کی بیعت مشروع ہے۔

فائدہ: جس درخت کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ الفتح آیت نمبر 18 میں ہے یہ اصل میں ایک ببول کا درخت تھا اسی مقام پر اس سے ملتے جلتے کئی درخت تھے اللہ کی طرف سے لوگوں سے اس متعین درخت کی شناخت کو بھلا دیا گیا۔ بعد میں کچھ لوگوں نے اندازے سے کسی ایک درخت کو متعین کر لیا اور وہاں جا کر نمازیں پڑھنے لگے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں اس بات کا خطرہ ہوا کہ کہیں آئندہ آنے والے جہلاء اسی درخت کی پرستش نہ شروع کر دیں جیسے پچھلی امتوں میں اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں اس لیے اس درخت کو کٹوا دیا۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت طارق بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے لیے گیا تو راستے میں میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو ایک مقام پر جمع تھے اور نماز پڑھ رہے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون سی مسجد ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی، میں اس کے بعد حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر ان کو دی، انہوں نے فرمایا کہ میرے والد ان لوگوں میں سے تھے جو اس بیعت رضوان میں شریک ہوئے انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ہم جب اگلے سال مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو ہم نے وہ درخت تلاش کیا ہمیں بھول ہو گئی اس کا پتہ نہیں لگا۔ پھر سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو خود اس بیعت میں شریک تھے ان کو تو پتہ نہیں لگا تمہیں وہ معلوم ہو گیا عجیب بات ہے کیا تم ان سے زیادہ واقف ہو؟

بیعتِ رضوان کے قریش پر اثرات:

قریش کو علم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے اپنے ہمراہ آئے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت علی الموت لی ہے تو وہ بہت زیادہ مرعوب اور خوف زدہ ہوئے۔ اور صلح کے لیے مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصدوں کو پیغامات دے کر بھیجنا شروع کیا۔

بُدَیل بن وَرقاء خُزاعی کی حاضری:

قبیلہ بنو خُزاعہ جو ابھی تک مسلمان نہ ہوا تھا لیکن شروع سے مسلمانوں کا خیر خواہ اور راز دار رہا تھا، مشرکین مکہ کی اسلام دشمن سازشوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر رکھا کرتا تھا۔ اسی قبیلہ کے سردار بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلے کے چند اشخاص کو لے کر پہنچے اور کہا: قریش نے اپنے بڑے لشکر کو جمع کر لیا ہے تاکہ آپ کو بیت اللہ سے روک سکیں اور اگر مزاحمت ہو تو طویل عرصے تک جنگ کرنے کے لیے اپنے ساتھ دودھ والی اونٹیاں بھی لے آئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا اُصولی موقف:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں۔ کچھ عرصے سے جاری لڑائیوں نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لیے صلح کی ایک مدت مقرر کر دیتا ہوں اور وہ اس مدت میں میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالیں۔

اگر اللہ کے فضل سے میں غالب آجاؤں تو پھر ان کو اختیار ہے اگر خوشی سے میرے دین میں داخل ہونا چاہیں، تو ہو جائیں جیسا کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ داخل ہو رہے ہیں۔ فی الحال کچھ عرصے کے لیے آرام کریں اور اگر اس دوران کوئی اور مجھ پر غالب آجائے تو پھر ان کی مراد پوری ہو جائے گی لیکن اتنی بات ضرور ذہن میں رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کو غالب فرمائیں گے اور اس نے دین کے ظہور، غلبہ اور فتح و نصرت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

اگر قریش میری بات نہیں مانتے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور ان سے جہاد و قتال کروں گا (ان کی گردنیں کاٹتا رہوں گا) یہاں تک کہ (اس مقابلے میں) میری گردن بھی کٹ جائے۔

بدیل بن ورقاء کی واپسی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں سن کر بدیل بن ورقاء واپس قریش کے پاس گئے اور ان سے کہا: ہم اس

شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ باتیں سن کر آرہے ہیں اگر آپ لوگ چاہتے ہیں تو میں وہ باتیں آپ کو سنا دوں؟ اس پر کچھ احمق ونادان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی باتیں سننے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ہم اس کی باتیں سننا پسند کرتے ہیں۔ مگر قریش کے چند سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ ہمیں وہ باتیں سنائیں جو آپ سن کر آرہے ہیں۔

قریش مکہ سے بات چیت:

بدیل بن ورقاء نے کہا: اے قریش! تم لوگ جلد باز ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے لڑنے کے لیے نہیں بلکہ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ (تم سے دب کر نہیں بلکہ تمہاری خیر خواہی کے طور پر) تم سے صلح کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ قریش مکہ نے جواب دیا کہ بے شک وہ عمرے کے ارادے سے آئے ہیں، لڑائی کے لیے نہیں پھر بھی وہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

عروہ بن مسعود ثَقَفی کی گفتگو:

اس موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی (بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) نے کھڑے ہو کر کہا: کیا تم میرے لیے اولاد کی طرح (خیر خواہ) نہیں؟ اور میں تمہارے لیے باپ کی طرح (شفقت کرنے والا) نہیں؟ لوگوں نے کہا کہ بے شک ایسے ہی ہے۔ عروہ نے کہا: کیا تم لوگ میرے بارے میں کسی قسم کی کوئی بدگمانی رکھتے ہو؟ لوگوں نے جواب میں کہا: ہر گز نہیں۔

عروہ نے کہا: اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم لوگوں کی بھلائی کی بات کی ہے۔ میرے نزدیک اس بات کو ضرور قبول کر لینا چاہیے۔ اور مجھے اپنی نمائندگی اور ترجمانی کی اجازت دو کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر اس حوالے سے گفتگو کر سکوں۔ قریشیوں نے جواب دیا کہ بہتر ہے آپ مل کر گفتگو کر لیں۔

عروہ بن مسعود کی بارگاہ نبوی میں حاضری:

عروہ بن مسعود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہی گفتگو فرمائی جو اس سے پہلے بدیل سے فرما چکے تھے۔ عروہ نے کہا: اے محمد! اگر آپ نے قریش کا استیصال کر بھی دیا تو

میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے کبھی یہ بات سنی ہے کہ کسی نے اپنی ہی قوم کو برباد کر دیا ہو؟ اگر دوسری صورت پیش آگئی یعنی قریش کو آپ پر غلبہ ہوا تو میں دیکھ رہا ہوں کہ مختلف قوموں کے لوگ جو ابھی تو آپ کے ساتھ ہیں وہ اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عروہ سے مکالمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے جب عروہ نے یہ بات کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عروہ! تم کیسی بات کر رہے ہو بھلا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر مجھ پر آپ کا احسان نہ ہوتا جس کا میں ابھی تک بدلہ نہیں چکا پایا تو میں آپ کی بات کا ضرور جواب دیتا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کر دی۔

رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے محافظ کا عروہ کو روکنا:

عروہ گفتگو کے دوران بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایک خَود (جنگی ٹوپی) پہنے اور ننگی تلوار لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ ہونے کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ بارگاہ نبوی میں عروہ کی اس حرکت کو گوارا نہ کرتے ہوئے فرمایا: عروہ! اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک داڑھی سے دور کرو، مشرک اس قابل نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ بھی لگا سکے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ خَود پہن کر اپنے منہ کو چھپایا ہوا تھا اس لیے عروہ آپ کو پہچان نہ سکا اور پوچھا یہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) ہے۔

عروہ بن مسعود واپس آئے:

عروہ بن مسعود (قبول اسلام سے پہلے قریش مکہ کی طرف سے نمائندہ بن کر آئے تو) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جائزہ لیتے رہے اور قریش مکہ سے کہنے لگے: اے لوگو! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نَجاشی جیسے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا

بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب وہ لُعابِ دہن زمین پر ڈالنا چاہتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے، جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ ان کے وضو کا استعمال شدہ پانی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں۔ وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو آہستہ رکھتے ہیں اور انتہائی تعظیم کی وجہ سے وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔

حُلَیس بن عَلقَمہ کی آمد:

عروہ بن مسعود کی گفتگو سننے کے بعد حبشیوں کے سردار حُلَیس بن علقمہ نے قریش مکہ سے کہا کہ مجھے اجازت دیں میں مل کر آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ آنے والا شخص ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔

حلیس قربانی کے اونٹوں کو کھڑا دیکھ کر راستے سے ہی واپس ہو گیا اور قریش سے جا کر کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں انہیں بیت اللہ سے نہیں روکا جا سکتا۔ قریش نے اس سے کہا: بیٹھ جا! تو جنگل کا رہنے والا ہے تجھے معاملات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

حُلَیس کی قریش کو دھمکی:

حُلَیس کو غصہ آیا، کہا: اے قریش! ہم نے تمہارے ساتھ اس لیے عہد نہیں کیا تھا کہ جو شخص محض بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے اس کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ اس لیے اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بیت اللہ کی زیارت سے روکو گے تو میں اپنے قبیلے والے تمام حبشیوں کو لے کر تم سے علیٰحدہ ہو جاؤں گا۔ قریش نے کہا: اچھا آپ ناراض نہ ہوں بیٹھئے! ہم ذرا اس معاملے پر اچھی طرح غور کر لیں۔

مِکرَز بن حفص کی آمد:

اس کے بعد مکرز بن حفص اٹھا اور کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے مکرز کو آتا ہوا دیکھ کر فرمایا: یہ برا شخص ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اسی مکرز نے کچھ دن پہلے پچاس آدمیوں کو ساتھ لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے ساتھی گرفتار ہو گئے تھے جبکہ یہ بچ نکلا تھا۔

سُہَیل بن عَمرو کی آمد اور رسول اللہ ﷺ کی نیک فالی:

مکرز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا ارادہ صلح کرنے کا ہے اس لیے "سُہیل" کو بھیجا ہے۔

"سہل" کا مطلب ہوتا ہے: نرم۔ سُہیل چونکہ تصغیر کا صیغہ ہے جو تقلیل پر دلالت کرتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نیک فال لی کہ اب معاملہ میں کچھ نرمی کی امید ہے۔ سہیل نے کہا کہ ہمارے درمیان معاہدہ تحریری طور پر آجائے۔

معاہدہ کی تحریر لکھی جانے لگی:

اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا، لکھو:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سہیل نے کہا: رحمٰن کیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ (عربوں کے قدیم دستور کے مطابق) بِاسۡمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ علی! یہی لکھ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا: وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔

"رسول اللہ" کے الفاظ پر اعتراض:

اس پر سہیل نے اعتراض کرتے ہوئے کہا یہی تو جھگڑا ہے اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو بیت اللہ آنے سے کیوں روکتے؟ اور جنگ کیوں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ تم جھٹلاتے رہو لیکن صحیح بات یہی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ سہیل نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! پہلا لکھا ہوا مٹا دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤدبانہ انکار:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ محبت کے دونوں ضابطوں سے واقف تھے کہ کبھی محبت کا تقاضا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ ہے کہ حکم کا درجہ ادب سے زیادہ ہوتا ہے اور کبھی محبت کا تقاضا اَلْاَدَبُ فَوْقَ الْاَمْرِ ہوتا ہے یعنی حکم کے باوجود ادب کی انتہا کو فوقیت دی جائے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت مؤدبانہ لہجے میں عرض کی: بھلا میں کیسے مٹا سکتا ہوں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے ان الفاظ کو مٹا دیا اور بطورِ معجزہ خود محمد بن عبد اللہ لکھ دیا۔

صلح نامے کی شرائط:

بالآخر فریقین کی رضامندی سے درج ذیل شرائط پر "عہد نامہ" مرتب ہوا:

1: دس سال تک فریقین کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔

2: اگر کوئی شخص اپنے وارثوں کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا تو آپ اسے واپس کریں گے۔

3: مسلمانوں میں سے جو شخص قریش کے پاس آئے گا اسے نہیں لوٹایا جائے گا۔

4: اس سال مسلمان عمرہ کیے بغیر ہی واپس جائیں اور آئندہ سال آکر عمرہ ادا کریں۔

5: آئندہ مسلمان صرف تین دن مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں اور اپنے ہتھیاروں کو نیاموں میں بند رکھنے کے پابند ہوں گے۔ ان تین دنوں میں قریشِ مکہ؛ ارد گرد کی پہاڑیوں سے ہٹ جائیں گے۔

جس وقت یہ عہد نامہ مرتب ہو رہا تھا اس وقت متحدہ قبائل کو مکمل طور پر یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جس کسی کے عہد میں شامل ہونا چاہیں، ہو جائیں۔ قبیلہ بنو خزاعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جبکہ قبیلہ بنو بکر قریش کے عہد میں شامل ہوا۔

ابو جَندَل رضی اللہ عنہ کی مکہ سے حدیبیہ آمد:

ابھی صلح نامہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جَندَل رضی اللہ عنہ (جو اس واقعے سے پہلے ہی

مسلمان ہو چکے تھے) پاؤں میں بیڑیاں ڈالے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سہیل بن عمرو نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جو عہد نامے کے مطابق واپس ہونا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی صلح نامہ مکمل لکھا نہیں گیا (لکھے جانے اور اس پر فریقین کے دستخط ہونے کے بعد نافذ العمل ہونا چاہیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار سہیل بن عمرو سے فرمایا، لیکن سہیل نے اسے تسلیم نہ کیا۔ آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو سہیل کے حوالے کر دیا۔ ابو جَندل رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ابو جندل! صبر سے کام لو اور اللہ سے اچھی امید رکھو ہم وعدہ خلافی کرنے والے لوگ نہیں، بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا راستہ نکالیں گے۔

حالات کا گہرا اثر:

مدینہ طیبہ سے عمرہ کا اس سال نامکمل سفر، راستہ میں رکاوٹیں، صلح نامے میں بظاہر کفار کے حق میں نرم شرائط، ان کی قید سے نکل کر آنے والے مظلوم مسلمان کی واپسی وغیرہ؛ ان تمام حالات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گہرا اثر پڑا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اظہارِ تعجب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل برحق نبی ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی: کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس وقت کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے) عرض کی: (جب آپ برحق نبی ہیں، ہم حق پر ہیں تو) ہم یہ سب کیوں برداشت کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا وہ ذات ہماری مدد فرمائے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آس:

صلح نامہ سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: اپنے

احرام کھول دو، قربانی کے جانور ذبح کرو اور اپنے سر منڈاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش یہ تھی کہ ہم عمرہ کر کے واپس جائیں۔ اس آس میں تھے کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل جائے۔ اس لیے تامل سے کام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد خیمے میں تشریف لائے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے سے آگاہ فرمایا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دانش مندانہ کردار:

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "یارسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ تو پھر ایسا کریں کہ آپ باہر نکل کر کسی سے کوئی بات نہ کریں اور اپنے جانور ذبح فرمادیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال منڈا لیں۔" چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال منڈا لیے۔

اس کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ آس بھی ختم ہو گئی کہ شاید عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل ہی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی احرام کھول دیے اور اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور آپس میں ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

احرام کھول کر جانور ذبح کر دیے:

مسلمانوں نے قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا اور احرام کھول دیا۔ مسلمان کچھ اور سوچ کر سفر کے لیے نکلے تھے لیکن معاملہ بالکل برعکس ظاہر ہوا تو بے انتہا صدمے سے دوچار ہوئے۔ حدیبیہ سے واپسی پر مکہ و مدینہ کی درمیانی جگہ پہنچے تو سورۃ فتح کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں کہ اے محمد! ہم نے آپ کو کھلی اور واضح فتح عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور وحی الٰہی سنائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظاہری طور پر جس صلح کو شکست سمجھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اسے حقیقی و باطنی طور "فتح مبین" قرار دیا۔ حالات کے تناظر میں بعض نے ازراہ تعجب عرض کی: کیا یہ بھی فتح کہلاتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔

صلح حدیبیہ کے فوائد و ثمرات:

- اس صلح کی وجہ سے وہ دوریاں دور ہوئیں جن کے ہوتے ہوئے آپس میں مل جل نہیں سکتے تھے۔

- ❖ اس صلح کی وجہ سے جو لوگ اپنا اسلام ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ علانیہ طور پر اپنا اسلام ظاہر کرنے اور اس پر عمل کرنے لگے۔
- ❖ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک کے مختصر عرصے میں اتنی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ پر جادو:

سن 6 ہجری حدیبیہ سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا۔ مدینہ کے یہودی لَبید بن اَعُصم نے اپنی بیٹیوں کے ذریعے جادو کروایا۔ جادو کا اثر یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایک کام فرما لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں ہوتا کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ بس اتنا سا اس جادو کا اثر ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے تو خواب میں دو فرشتے آئے۔ ایک فرشتہ آپ کے سر کی جانب اور ایک فرشتہ آپ کے پاؤں کی جانب بیٹھ گیا۔ سرہانے والے فرشتے نے دوسرے فرشتے سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا ہے۔ پوچھا: کس نے کرایا ہے؟ کہا: لبید بن اعصم یہودی نے۔ پوچھا: کس چیز پر کرایا ہے؟ اس نے تفصیل بتائی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس کنگھی مبارک سے بال سنوارتے تھے اس کنگھی کے کچھ دندانے لیے ہیں اور ایک رسی لی ہے، اس رسی میں گیارہ گرہیں لگائی ہیں اور ہر گرہ میں ایک سوئی لگائی ہے، پھر اس کو کھجور کے پھل کے غلاف میں رکھ کر ایک کنواں؛ جسے بئرِ ذروان کہتے ہیں؛ میں ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا گیا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے تو اس کنویں پر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کو ہٹوایا تو نیچے یہ سب کچھ رکھا ہوا تھا۔ اس وقت قرآن کریم کی آخری دو سورتیں معوّذَتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) نازل ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آیت پڑھتے اور ایک گرہ کھولتے، آپ کو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے آپ کے جسم مبارک سے بوجھ اتر رہا ہے، گیارہ آیتیں پڑھ لیں تو گیارہ گرہیں کھل گئیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتا چلا تو انہوں نے اجازت چاہی کہ اس کو قتل کر دیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی ذات کے لیے انتقام کو پسند نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔

جادو کے برحق ہونے کا معنیٰ:

جادو کا ہو جانا برحق ہے۔ برحق ہونے کا معنیٰ یہ نہیں کہ جادو والا عمل ٹھیک ہے بلکہ برحق ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ جادو ثابت ہے، جادو کیا جائے تو ہو جاتا ہے اور یہ کوئی قابلِ اشکال چیز نہیں ہے۔ جس طرح زہر کھانے کی وجہ سے بندہ مر جاتا ہے تو زہر کا ایک اثر ہے، نمک کھائیں تو نمک کا اثر ہے، مرچ کھائیں تو مرچ کا اپنا اثر ہے، پانی کا اپنا اثر ہے، ہر چیز کا اپنا ایک اثر ہے۔ اسی طرح کلمات میں اللہ نے تاثیر رکھی ہے اور وہ کلمہ اپنی تاثیر دکھاتا ہے، نبی پر بھی اثر ہوتا ہے اور غیر نبی پر بھی ہوتا ہے۔

جادو گر کامیاب نہیں ہوتا:

بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہونے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ

سورۃ یونس، رقم الآیۃ:77

کہ جادو گر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ مان لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا ہے تو اس کا معنی ہے کہ جادو گر تو کامیاب ہو گئے۔

آیت کا صحیح معنیٰ:

ایک ہوتا ہے جادو گر کا جادو چل جانا اور ایک ہوتا ہے جادو گر کا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جانا۔ جادو چلنا اور ہے اور مقصد میں کامیاب ہونا اور ہے۔ مثلاً کچھ لوگ کسی شخص پر قاتلانہ حملہ کرتے ہیں تاکہ اس کو مار دیں اور حملہ ہو بھی جاتا ہے لیکن بندہ بچ جاتا ہے۔ اب یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ حملہ ہوا ہی نہیں، ہاں حملہ ہوا ہے لیکن قاتل اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ آپ نبوت کے کام کو چھوڑ دیں، دعوت نہ دیں، تبلیغ نہ کریں لیکن اس جادو کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی دعوت دیتے رہے۔ تو جادو گر کا جو مقصد تھا اس میں وہ کامیاب نہیں ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا ہی نہیں۔

جادو کا اثر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدِ مقابل ستر ہزار جادوگر آئے تھے، انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو وہ سانپ بنتی ہوئی نظر بھی آئیں اور اس کا اثر یہ ہوا: فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى کہ چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں ہلکا سا خوف محسوس کیا۔ جبکہ ان جادوگروں کا مقصد یہ تھا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آجائیں لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔

جادو سے بچنے کا وظیفہ:

جادو سے حفاظت کے لیے سورۃ یونس کی آیت نمبر 80 اور 81 صبح وشام پڑھ لیا کریں:

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾

اسی طرح معوذتین اور درج ذیل دعا صبح وشام تین تین بار پڑھ لیا کریں۔ ان مسنون اعمال کی برکت سے انسان جادو سے محفوظ رہتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

انگوٹھی مبارک:

سن 6 ہجری معاہدہ حدیبیہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سربراہانِ مملکت کے نام تبلیغی دعوت نامے بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ لوگ بغیر مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایسی انگوٹھی بنانے کا حکم دیا جو مہر لگانے کے کام بھی آسکے۔

چنانچہ یہ کام یعلیٰ بن اُمَیَّہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگایا گیا کیونکہ وہ سُنار تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی بھی بنائی، اس میں نگینہ بھی لگایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس میں "محمد رسول اللہ" کے الفاظ بھی کَندہ کیے۔

فائدہ: حضرت یَعلیٰ رضی اللہ عنہ کا نسب والد کی طرف منسوب کرتے ہوئے یعلیٰ بن اُمَیَّہ کہا جاتا ہے اور والدہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے یعلیٰ ابن مُنیَہ (م پر پیش، "نون" ساکن "ی" پر زبر اور "ہ" ساکن) کہا جاتا ہے۔

فائدہ: عربی گرائمر میں جب نسبت والد کی طرف ہو تو بیٹے اور والد کے ناموں کے درمیان "بن" لکھتے ہیں۔ جیسے یعلیٰ بن اُمَیَّہ۔ اور جب نسبت والد کے بجائے والدہ کی طرف ہو تو بیٹے اور والدہ کے درمیان "ابن" لکھتے ہیں۔ جیسے: یعلیٰ ابن مُنیَہ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام۔

انگوٹھی کا نقش مبارک:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا نقش مبارک اس طرح تھا کہ ایک سطر میں "محمد"، دوسری سطر میں "رسول" اور تیسری سطر میں لفظِ "اللہ" تھا۔ سب سے اوپر لفظ "اللہ" پھر "رسول" اور سب سے آخری سطر میں "محمد" لکھا ہوا تھا۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن 6 ہجری حدیبیہ سے واپسی پر بادشاہان عالم کے نام خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا اور 7 ہجری میں خطوط روانہ فرمائے۔ جن کا تذکرہ سن 7 ہجری کے تحت آرہا ہے۔

غزوہ ذی قَرَد / غَابہ:

سن 6 ہجری ماہ ذوالحج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے 35 کلومیٹر دور قبیلہ غطفان سے متصل علاقے "ذوقَرَد" کی طرف تشریف لے گئے۔

فائدہ: قَرَد ایک چشمہ کا نام تھا۔ قَرَد اصل میں معمولی درجے کی اُون کو کہتے ہیں۔ اس کو غزوہ غابہ بھی کہا جاتا ہے۔ غابہ کا معنیٰ جنگل / گھنے درختوں کی جھاڑیاں۔

غزوہ کا سبب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی لحیان سے واپس لوٹے اور مدینہ منورہ میں چند راتیں ہی گزاری تھیں کہ آپ کو معلوم ہوا کہ عُیَینہ بن حصن نے غطفان کے 40 سواروں کے ساتھ مل کر اُس چراگاہ پر حملہ کیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرا کرتے تھے، یہ چراگاہ مدینہ سے باہر مقام احد کی جانب تھی۔ حضرت رباح رضی اللہ عنہ ان اونٹوں کی نگرانی کرتے تھے۔

اسی دن حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ چراگاہ کے قریب جارہے تھے کہ ان کے غلام طلحہ بن عبید اللہ

رضی اللہ عنہ بھی ان کا گھوڑا لے کر آ گئے۔ جب عیینہ بن حصن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ / اونٹنیاں بھگا کر لے گیا تو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا حضرت رباح رضی اللہ عنہ کو دیا کہ جلدی سے مدینہ منورہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کرو۔

اور خود ایک پہاڑی پر چڑھ کر تین مرتبہ یاصباحاہ(صبح کے وقت کا حملہ) کہا اور ان کی طرف تیزی سے لپکے۔

دشمنوں کا تعاقب:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ دشمنوں کا پیچھا کرتے رہے جب وہ ایک پہاڑ کے تنگ راستے سے گزرنے لگے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پہاڑ پر چڑھ کر ان کے اوپر پتھر گرانا شروع کر دیے مجبوراً انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اونٹوں کو وہیں چھوڑ دیا کچھ فاصلے پر جا کر بوجھ کم کرنے کے لیے تیس کے قریب چادریں اور نیزے اور ڈھالیں بھی پھینک دیں۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ان چادروں، نیزوں اور ڈھالوں پر نشانی کے طور پر کچھ پتھر رکھتے گئے اور مسلسل ان کا تعاقب کرتے رہے۔

مدینہ سے قافلہ چلا:

ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اِبن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری سونپی کہ ان کی قوم خزرج کے 300 افراد مدینہ منورہ کا پہرہ دیں اور خود 500 یا 700 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مقابلے کے لیے تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے پہلے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے، ان کے بعد عباد بن بشر اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم پھر باقی گھڑ سوار حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔

حضرت اَخرَم اسدی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

قافلے میں سے سب سے پہلے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ دشمن تک پہنچے اور ان کو للکار کر کہا: اے ملعونو! بھاگتے کہاں ہو رکو تاکہ مہاجرین و انصار تم سے نمٹ لیں۔ اخرم رضی اللہ عنہ نے دشمن کے گھوڑے کو زخمی

کیا مگر ایک مشرک نے آپ رضی اللہ عنہ پر نیزے سے حملہ کیا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد اسی دشمن نے اپنے گھوڑے کو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف موڑا اور ان کے گھوڑے پر حملہ کیا۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے جوابی حملہ کرتے ہوئے اس دشمن کو جہنم رسید کیا۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو دو حصے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ سامان (مال غنیمت) پیش کیا گیا جو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے دشمنوں سے حاصل کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تقسیم فرمایا اس میں سے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو دو حصے دیے گئے۔

تقریباً پانچ دن قیام فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو "مدین" کی طرف بھیجا۔ آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام ضمیرہ تھے۔ اس سریہ میں کچھ قیدی ہاتھ آئے۔

ظِہار کے حکم کا نزول:

سن 6 ہجری میں ظِہار کا حکم نازل ہوا۔ "ظِہار" کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو محرماتِ ابدیہ کے ایسے حصے کے ساتھ تشبیہ دے کہ جس کو دیکھنا اس کے لیے جائز نہ ہو۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرو۔ اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں ہے (جیسا کہ آج کل غلاموں کا وجود ہی نہیں رہا) تو دو ماہ مسلسل روزے رکھو۔ دو ماہ مسلسل روزے نہیں رکھ سکتے بڑھاپے کی وجہ سے یا کسی بیماری کی وجہ سے یا کسی عذر کی وجہ سے تو پھر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ یا ساٹھ مسکینوں کو صدقۃ الفطر کی مقدار کے برابر غلہ یا اس کی قیمت دے دو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا۔ چونکہ وہ بہت غریب تھے اس لیے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے پاس تو کوئی غلام نہیں ہے۔ فرمایا:

روزے رکھو! کہا کہ جی میں تو آنکھوں کا مریض ہوں، میں تو دن میں تین بار کھانا نہ کھاؤں تو میری بینائی ختم ہونے کا خطرہ ہے۔ فرمایا کہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ کہا کہ میری تو اس کی بھی استطاعت نہیں ہے، ہاں اگر آپ مدد کر دیں تو کچھ کر سکوں گا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ غلہ دیا اور کچھ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیا۔ یوں جمع کر کے 60 مساکین کا فدیہ ان کو دیا جو انہوں نے مساکین میں تقسیم کیا اور یوں مسئلہ حل ہو گیا۔

وفدِ جُذام:

سن 6 ہجری میں قبیلہ جُذام کے ایک شخص حضرت رفاعہ بن زید بن وہب الجُذامی رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کی ایک جماعت کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کے نام ایک خط مبارک لکھا جس میں انہیں دو ماہ کی مہلت دی گئی کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ چنانچہ سب نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حبشی غلام ہدیہ میں پیش کیا۔ اسی قبیلہ (جذام) کے ایک شخص فَروہ بن عَمرو النافرہ نے اپنے قبول اسلام کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجی اور ساتھ میں ایک خچر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح:

سن 6 ہجری میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح ہوا۔ آپ کا نام رملہ بنت صخر ابی سفیان بن حرب ہے۔ حبشہ کی طرف اپنے خاوند عبید اللہ بن جحش سمیت ہجرت کی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کا خاوند عبید اللہ بن جحش مرتد ہو گیا۔ اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عَمرو بن اُمَیَّہ رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ آپ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے رضا و رغبت معلوم کر کے ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔

نجاشی نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنے سب دکھ بھول گئے، آپ رضی اللہ عنہا نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور پیغام لانے والی باندی اَبُرہ کو اپنے کنگن، انگوٹھیاں اور زیور اتار کر ہدیہ کر دیا اور خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔

نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور 4000 درہم حق مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود ادا کیا، یہ رقم سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل نکاح حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے اس رقم میں سے کچھ اس باندی کو دی جس نے نکاح کی خوشخبری سنائی تھی لیکن اس باندی نے رقم اور دیگر زیورات وغیرہ آپ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے جو کل اس باندی نے لیے تھے اور کہنے لگی کہ بادشاہ سلامت کا یہی حکم ہے۔ خود نجاشی نے اس خوشی میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بیش قیمت تحائف اور قیمتی خوشبوئیں ہدیہ کے طور پر بھیجیں۔ اسی مجلس نکاح کی تقریب میں شرکت کرنے والوں کو کھانا بھی کھلایا گیا۔ اس کے بعد سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جہاز میں خیبر کے راستے مدینہ منورہ روانہ کر دیا گیا۔ سن 7 ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر ہی میں تشریف فرما تھے کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس پہنچ گئیں۔

حج کا حکم نازل ہوا:

سن 6 ہجری میں حج کا حکم نازل ہوا، اگرچہ اس کے علاوہ ایک قول سن 9 ہجری اور ایک قول سن 10 ہجری کا بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کے پیش نظر اسی سال حج نہ فرمایا، 9 ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا، اور خود سن 10 ہجری میں حج ادا فرمایا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

سریہ عمرو بن امیہ ضَمری رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضَمری رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان بن حرب کے قتل کے لیے بھیجا۔ وجہ یہ تھی کہ ابوسفیان نے ایک آدمی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ مکہ آئے، ابوسفیان نہ ملے لیکن دو کافروں کو راستے میں قتل کیا۔ اس کے بعد دو آدمیوں سے ملے جو قریش کی طرف سے جاسوسی پر تھے ان میں سے ایک کو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا اور دوسرے کو قید کر کے مدینہ منورہ لے آئے۔

مشق نمبر 11

مختصر جواب دیں:

1. حدیبیہ کہاں واقع ہے؟
2. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا افواہ پھیلی؟
3. بیعت کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف کریں۔
4. بیعت رضوان کے قریش پر کیا اثرات پڑے؟
5. صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے دو شرائط لکھیں۔
6. صلح حدیبیہ کے فوائد کیا تھے؟
7. معوذتین کن سورتوں کو کہا جاتا ہے؟
8. ظہار کی تعریف کیا ہے؟
9. کفارہ ظہار کیا ہے؟
10. حکم ظہار کے نزول کا سبب کون تھا؟ نام لکھیں۔
11. سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام کیا ہے؟

خالی جگہ پر کریں:

1. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہرگز............ نہیں کروں گا۔
2. عہد نامہ کی ایک شرط یہ تھی کہ............ سال تک فریقین کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔
3. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کے نقش میں بالترتیب............ لکھا ہوا تھا۔
4. سن............ ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا گیا۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1:حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے سفیر بنا کر مکہ بھیجا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو　　حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو　　حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو

2:حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے کی جانے والی بیعت کو کہتے ہیں:

بیعت رضوان　　بیعت علی الاسلام　　بیعت علی ارکان الاسلام

3: صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کے محافظ تھے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ　　حضرت علی رضی اللہ عنہ　　حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ

4: سہیل کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ان کا ارادہ ہے:

جنگ کا　　صلح کا　　عمرہ کا

5:معوذتین ان سورتوں کو کہتے ہیں:

الفیل اور القریش　　الفلق اور الناس　　الفاتحۃ اور البقرۃ

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ

سن 7 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کا یہود کا دیس نکالا دینا، غزوہ خیبر، حرمت متعہ
وفد دوس کی آمد، کھانے میں زہر، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی، غزوہ وادی القریٰ
غزوہ ذات الرقاع، عمرۃ القضاء، کعبہ کی چھت پر اذان
سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی، وفد اشعریین کی آمد
شاہانِ عالم کے نام خطوط، کنیز رسول سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا
ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت

سریہ ابان بن سعید رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ محرم الحرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "نجد" کی طرف بھیجا۔ یہ سریہ غزوہ خیبر سے پہلے تھا، جب یہ لوگ واپس لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس لیے مالِ غنیمت سے مستقل ان کو حصہ نہ ملا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عطیہ انہیں کچھ عنایت فرمایا۔

غزوہ خیبر:

سن 7 ہجری محرم الحرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے تقریباً 184 کلومیٹر دور "خیبر" کی طرف رُخ فرمایا۔ یہ مدینہ کے شمال مغرب میں یہودیوں کی ایک کالونی تھی، جو نہایت زرخیز تھی۔ یہاں یہودیوں نے چند قلعے بنا رکھے تھے۔

فائدہ: خَیبر کو جَعفر کی طرح پڑھا جاتا ہے یعنی خ پر زبر کے ساتھ۔ خیبر؛ قومِ عمالقہ میں ایک شخص کا نام تھا، وہ جس جگہ آکر آباد ہوا اسی جگہ کا نام خیبر پڑ گیا، خیبر اور یثرِب دونوں بھائی تھے۔ یثرب جس جگہ آباد ہوا اسی کے نام پر اس جگہ کا نام رکھ دیا گیا۔ مدینہ منورہ کو پہلے یثرب کہا جاتا تھا۔

غزوہ کا سبب:

یہود دیگر قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر مدینہ منورہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے ایک عرصے سے جنگی ساز و سامان اور اسلحہ جمع کر رکھا تھا۔ قبیلہ بنو غطفان اور قبیلہ بنو اسد کو نصف کھجوروں کے باغات کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تیاریوں اور اسلحہ جمع کرنے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سباع بن عُرفُطہ غِفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور خود 1400 پیدل جبکہ 200 سواروں کے قافلے کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

منافقین کی خفیہ سازش:

رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی نے یہودیوں کو خفیہ طور پر مسلمانوں کی روانگی کی اطلاع دے دی۔ پہلے تو

یہود نے کھلے میدان میں لڑنے کا فیصلہ کیا اور ایک میدان میں نکل آئے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پہنچنے میں کچھ دن لگ جائیں گے، چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ رجیع میں فوجیں اتاریں۔ خیمے، مستورات اور باربرداری کا سامان یہاں اتار دیا گیا جبکہ اصل لشکر نے خیبر کا رخ کیا۔

خیبر آمد، یہود کی بزدلی:

مقام صہباء پر پہنچ کر نمازِ عصر ادا کی گئی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ستو نوش کیے۔ رات ہوتے ہوتے لشکر خیبر کے قریب پہنچ گیا اور عمارتیں نظر آنے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنے کا حکم دیا اور یہاں رُک کر دعا فرمائی۔ دوسرے دن خیبر پہنچ گئے، یہود ایسی بزدل قوم تھی کہ جب انہوں نے اہل اسلام کی جنگی تیاریاں دیکھیں تو کھلے میدان کے بجائے قلعہ بند ہو کر لڑنے کو ترجیح دی۔

خیبر کے مشہور قلعے:

خیبر کی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی، ایک حصے میں پانچ قلعے تھے۔

قلعہ ناعم قلعہ صَعب بن معاذ قلعہ زبیر قلعہ اُبی قلعہ نَزار

ان میں سے تین قلعوں پر مشتمل علاقہ نِطاۃ کہلاتا تھا اور بقیہ دو قلعوں پر مشتمل علاقہ شَق کے نام سے مشہور تھا۔ خیبر کی آبادی کا دوسرا حصہ "کَتیبہ" کہلاتا تھا۔ اس میں صرف تین قلعے تھے:

قلعہ قموص قلعہ وَطیح قلعہ سلالم

یہودیوں نے اپنی خواتین اور بچے قلعہ قموص اور نطاۃ میں جبکہ دیگر سامان و اسلحہ وغیرہ قلعہ ناعم میں محفوظ کر لیا اور ان پر تیر انداز مقرر کر دیے۔ مسلمانوں نے پانچ قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کر لیا جس میں 50 مجاہدین زخمی اور ایک شہید ہوئے۔

قلعہ قموص کی فتح:

قلعہ قموص سب سے بنیادی اور بڑا قلعہ تھا جو ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قلعے کو فتح کرنے کے لیے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا لیکن یہ فتح نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ''کل میں (لشکر اسلام کا) جھنڈا اسے دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ شکست کھانے والا اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ خدا اس کے ہاتھوں سے فتح عطا کرے گا۔'' یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواہش کرنے لگے کہ کاش یہ سعادت انہیں نصیب ہو۔

معجزہ نبوی کا ظہور:

دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ انہیں آنکھ کی تکلیف ہے۔ اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ مبارک ان کی آنکھ پر لگایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی۔

حارث پہلوان اور مرحب پہلوان کا قتل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترے تو یہودیوں کے مشہور پہلوان مرحب کا بھائی حارث مسلمانوں پر حملہ آور ہوا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایک ہی وار میں قتل کر دیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔

اس کے بعد مرحب رَجز (جنگی اشعار) پڑھتا ہوا میدان میں اترا، اس نے زِرَہ اور خَود پہنی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی جواب میں رَجز پڑھا اور مرحب کے سر پر اتنے زور سے تلوار کا وار کیا جس سے خَود دو ٹکڑے ہو گئی اور مرحب دو دھڑوں میں کٹ گیا۔

اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہوا:

اس کی ہلاکت کے بعد باقی یہودی خوفزدہ ہو کر قلعہ میں جا گھسے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے دروازے کو دونوں ہاتھوں سے پورے زور سے اکھاڑ لیا، اس کے بعد آپ نے اس دروازے کو قلعہ قموص کے آگے والے گڑھے پر رکھا تاکہ اسلامی فوج گھوڑوں سمیت قلعہ میں داخل ہو سکے، اسلامی فوج داخل ہوئی، یہودی سہم گئے، انہوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے اور قلعہ قموص بھی فتح ہو گیا۔

قُزمان ظفری کا واقعہ:

انصار کے قبیلہ بنو ظفر کا ایک شخص قُزمان الظفری مدعی اسلام جبکہ حقیقتاً منافق تھا۔ غزوہ خیبر میں اہل

اسلام کی طرف سے شریک ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ جہنمی ہے۔ یہ شخص جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی ظاہری حالت کی وجہ سے تعجب ہوا۔ حضرت اَکثم بن ابی الجون الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہنے لگا تاکہ فرمان نبوت کی تصدیق عین الیقین کے درجہ میں کر سکوں۔ میدان میں اسے زخم آئے جس کی وجہ سے اسے شدید تکلیف ہوئی اور اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت اَکثم رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سارا معاملہ عرض کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی (دیگر باتوں کی طرح) اس بات میں بھی تصدیق فرما دی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو اور یہ اعلان کرو کہ جنت میں صرف مومن ہی جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کبھی فاجر شخص کے ذریعے بھی اس دین کی مدد فرماتے ہیں۔

اس غزوہ میں 93 یہودی ہلاک ہوئے جبکہ 15 مسلمان شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

غزوہ خیبر میں چند معجزات کا ظہور:

1: اس غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! سخت بھوک لگی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بکریاں ذبح کرو۔ انہیں ذبح کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں برکت کی دعا فرمائی۔ 1600 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں خوب سیر ہو کر کھایا۔

2: اس غزوہ میں ایک یہودی کا حبشی غلام جس کا نام اسلم تھا، اس نے اسلام قبول کیا اور عرض کی کہ میں نے یہود کی بکریاں چرائی تھیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالکوں تک پہنچانا لازمی ہے۔ اسلم رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کس طرح واپس کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکریوں پر اللہ کا نام لے کر مالکوں کی طرف روانہ کر دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا چنانچہ ہر بکری اپنے اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی۔

3: احضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر سخت چوٹ لگی جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پنڈلی پر تین مرتبہ دم کیا۔ وہ فوراً ٹھیک ہو گئے اور دوبارہ کبھی درد نہ ہوا۔

حرمتِ متعہ:

سن 7 ہجری ماہ محرم میں "متعہ" حرام قرار دیا گیا۔ اس بات کو سمجھنے سے پہلے ایک تمہید سمجھنا ضروری ہے

اور وہ یہ ہے کہ لفظِ متعہ تَمَتُّع یا متاع سے ماخوذ ہے، تمتع کا معنٰی انتفاع ہے اور متاع کا معنٰی سامان ہے۔ لغت میں متعہ کا معنٰی یہ ہے:

مَا یُسْتَمْتَعُ بِہٖ۔ ہر ایسی چیز جس سے نفع اٹھایا جائے۔

اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں ابتدائے اسلام میں جس "متعہ" کا تذکرہ ملتا ہے جو بعد میں منسوخ ہو گیا، اسے "نکاحِ موقّت" کہتے ہیں۔

نکاح موقّت میں لفظ نکاح، خطبہ نکاح، ایجاب و قبول، گواہ، حق مہر، دعوتِ ولیمہ اور آخر میں عدت سب احکام موجود ہوتے تھے۔ عام نکاح اور نکاح موقّت میں صرف دو چیزوں کا فرق ہوتا تھا۔

1: عام نکاح میں مدت بیان نہیں کی جاتی تھی جبکہ نکاح موقّت (متعہ) میں مدت بیان کر دی جاتی تھی۔

2: عام نکاح سفر حضر دونوں میں جائز جبکہ نکاح متعہ صرف سفر میں جائز ہوتا تھا۔

متعہ کی منسوخی:

شروع اسلام میں متعہ (نکاح موقت) جائز تھا۔ غزوہ خیبر کے موقع پر ممنوع ٹھہرا، پھر فتح مکہ کے موقع پر ایک محدود مدت کے لیے اس کی رخصت دی گئی، اس کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا گیا۔

مفتی بغداد علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمہ اللہ (ت:1270ھ) فرماتے ہیں:

وَالصَّوَابُ الْمُخْتَارُ اَنَّ التَّحْرِیْمَ وَالْاِبَاحَۃَ کَانَا مَرَّتَیْنِ وَکَانَتْ حَلَالًا قَبْلَ یَوْمِ خَیْبَرَ ثُمَّ حُرِّمَتْ یَوْمَ خَیْبَرَ، ثُمَّ اُبِیْحَتْ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ وَھُوَ یَوْمُ اَوْطَاسٍ لِاتِّصَالِھِمَا، ثُمَّ حُرِّمَتْ یَوْمَئِذٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ تَحْرِیْمًا مُؤَبَّدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَاسْتَمَرَّ التَّحْرِیْمُ

تفسیر روح المعانی، سورۃ النساء، تحت آیت:24

ترجمہ: درست قول یہ ہے کہ متعہ کی حرمت واباحت دو مرتبہ ہوئی، غزوہ خیبر سے قبل حلال تھا پھر غزوہ خیبر کے موقع پر حرام قرار دیا گیا، پھر فتح مکہ کے موقع پر مباح قرار دیا گیا اور یہی غزوہ اوطاس کا موقع تھا۔ دونوں کے زمانہ کی قربت کی وجہ سے ایک شمار کیا گیا۔ پھر تین دن کی اباحت کے بعد تا قیامت ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا گیا، اب اس کی حرمت ہمیشہ جاری رہے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1121

ترجمہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 279ھ) حرمتِ متعہ سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْءٌ مِّنَ الرُّخْصَةِ فِي الْمُتْعَةِ ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ حَيْثُ أُخْبِرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح درجے کی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام، فقہاء اور محدثین رحمہم اللہ کا اسی پر عمل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے متعہ کی رخصت کے حوالے سے روایت مروی ہے لیکن جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی گئی تو انہوں نے اپنے رخصت والے قول سے رجوع فرمالیا تھا۔

وفدِ دوس:

سن 7 ہجری غزوہ خیبر کے دنوں میں قبیلہ دوس کا 400 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت طُفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ سب لوگ حضرت طُفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی محنت کا نتیجہ تھا جو قبل از ہجرت مسلمان ہو چکے تھے۔

فتح کے بعد خیبر کی زمین تقسیم کی گئی لیکن اہل خیبر نے گذارش کی کہ زمین ایسے ہی رہنے دی جائے، ہم پیداوار کا نصف ادا کیا کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا اور کٹائی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیتے جو فصل کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اہل خیبر سے کہتے کہ

ان میں سے جو حصہ چاہو لے لو۔

کھانے میں زہر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے بعد کچھ عرصہ تک خیبر میں مقیم رہے، تمام تر امن و امان کے باوجود بھی یہودیوں کی اسلام دشمن سازشیں ختم نہ ہوئیں۔ اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرحب کی بھابھی زینب نے کھانے کی دعوت دی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوالہ لینے کے بعد کھانے سے ہاتھ روک لیا جبکہ ایک صحابی حضرت بِشر بن براء المعرور رضی اللہ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا۔ زہر کی وجہ سے حضرت بِشر بن براء المعرور انصاری رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:

غزوہ خیبر میں کئی نامور پہلوان، جنگ جو اور یہودیوں کے سردار مارے گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے سارے افراد اسی غزوے میں قتل کر دیے گئے یا جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ جنگ کے بعد تمام قیدی اور مال غنیمت ایک جگہ جمع کیے گئے۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ:

اسی دوران حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ایک رشتہ دار خاتون کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکڑ کر لائے۔ راستے میں مقتولین کی لاشیں خاک و خون میں لتھڑی ہوئی پڑی تھیں، ان میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے والد، بھائی، شوہر اور خاندان کے بعض دوسرے لوگوں کی لاشیں بھی تھیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان لاشوں کو دیکھا لیکن تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا جبکہ آپ کے ساتھ قید ہونے والی دوسری خاتون نے جب لاشیں دیکھیں تو بے قابو ہو کر رونا پیٹنا شروع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس عورت کے رونے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تربیت کرتے ہوئے فرمایا: ”بلال تمہارے دل میں رحم پیدا نہیں ہوا کہ ان عورتوں کو اس راستے سے لائے ہو جہاں ان کے باپ اور بھائی خاک و خون میں لتھڑے پڑے ہیں۔“

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قیدیوں کے پاس بیٹھ گئیں۔ جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدہ صفیہ کی حیثیت کا خیال فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! صفیہ ؛ بنی قریظہ اور بنو نضیر کی رئیس زادی ہیں، خاندانی وقار کے پیش نظر وہ ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشورہ قبول فرمالیا اور دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرما کر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور یہ اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو اپنے گھر چلی جائیں اور اگر چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آجائیں۔ اسی موقع پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اہل ایمان کی صف میں شامل ہو گئیں۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی:

سن 7 ہجری ماہ صفر المظفر میں ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔

جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے والد برابر میرے سخت ترین یہودی دشمنوں میں سے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں اپنے پاس ہی روک لوں گا اور اگر تم یہودیت پر برقرار رہنا چاہو تو ایسا ہے کہ میں تمہیں آزاد کیے دیتا ہوں، تم اپنی قوم کے پاس چلی جاؤ۔

عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں تو آپ کے دعوت دینے سے پہلے ہی اسلام کی مشتاق تھی اور دل سے آپ کی تصدیق کر چکی تھی۔ جب میں یہاں آئی ہوں تب بھی مجھے یہودیت میں کوئی رغبت نہیں تھی اور اب تو نہ ان میں میرا باپ ہے نہ کوئی بھائی۔ آپ نے مجھے کفر و اسلام کے درمیان اختیار دیا ہے تو میرا فیصلہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مجھے آزادی اور اپنی قوم میں لوٹنے سے زیادہ عزیز ہیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نکاح میں آنا ہی پسند فرمایا، خیبر سے واپسی پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم "سد الروحاء" کے مقام پر پہنچے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ماہواری سے پاک ہوئیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، شبِ عروسی گزاری اور دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ولیمہ کی۔ ان کا حق مہر خود اِن کی اپنی آزادی تھی۔ یہاں سے چلتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو خود اپنے اونٹ پر سوار فرمایا اور خود اپنی چادر مبارک سے ان پر پردہ کیا۔

غزوہ وادی القریٰ:

سن 7 ہجری ماہ صفر میں غزوہ خیبر سے واپسی پر خیبر اور مدینہ کے درمیان "وادی القریٰ" (جو شام سے آنے والے حاجیوں کا راستہ تھا) پر یہودیوں کی آبادی تھی، خیبر سے واپسی پر ان سے مقابلہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دن تک ان کا محاصرہ کیا۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ہوئی، بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

غزوہ ذَاتُ الرِّقَاع:

7 ہجری ماہ جمادی الاولیٰ میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے "ذات الرقاع" کی طرف تشریف لے گئے۔

اس کا سبب یہ بنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنو غطفان کی ایک شاخ محارب اور دوسری بنی ثعلبہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے تیاری کر رہے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خبر ملتے ہی 400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر مقام نجد کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں آکر بنو غطفان کے کچھ لوگوں سے آمنا سامنا ہوا لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

غزوہ ذات الرقاع میں چند معجزات کا ظہور:

1: اسی غزوہ کے موقع پر حضرت عُلبَہ بن زید الحارثی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شتر مرغ کے چند انڈے لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ انہیں (پکا کر) ایک بڑے پیالے میں رکھو اور کھاؤ! اس وقت وہاں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو کھایا مگر انڈے جوں

کے توں باقی رہے۔

2: اسی غزوہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے وادی سے باہر تشریف لے گئے لیکن پردہ کی جگہ میسر نہ آئی، وادی کے کنارے پر دو درخت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا۔ وہ زمین کو چیرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی شاخوں کو جھکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آڑ بنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو دونوں درخت اپنی جگہ پر واپس چلے گئے اور پہلے کی طرح اپنے تنوں پر قائم ہو گئے۔

3: اسی غزوہ کے موقع پر ایک خاتون اپنے بچے کو لے کر حاضر خدمت ہوئی اور عرض کی کہ اسے جنون کا مرض ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنا لعاب مبارک لگایا تو وہ اسی وقت تندرست ہو گیا۔

4: اسی غزوہ سے واپسی پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کمزور اونٹ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنکانے اور چلانے کے لیے ایک کوڑا مارا اور دعا بھی دی جس کی برکت سے وہ تیز رفتار ہو گیا۔ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے خرید لیا اور رقم مدینہ جا کر دی۔ رقم کی ادائیگی کے بعد وہ اونٹ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا اور فرمایا: اونٹ بھی لے جاؤ اور قیمت بھی۔

5: اسی غزوہ سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں آرام فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار درخت پر لٹکا رکھی تھی۔ ایک مشرک آیا، اس نے تلوار اتار لی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تان کر کھڑا ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگا کہ بتاؤ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تسلی و اطمینان سے فرمایا: اللہ! اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھالی اور فرمایا: اب بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ تو اس نے کہا: کوئی نہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا میں نے تجھے معاف کیا۔ یہ شخص (غورث بن حارث) مسلمان ہو گیا اور اس نے اپنے قبیلہ میں اسلام کی دعوت دی۔ ان کی محنت کی وجہ سے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ رضی اللہ عنہ

پہرے کی باری:

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی پر ٹھہرے۔ حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن

بشر رضی اللہ عنہما کو درہ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ دونوں اصحاب نے آپس میں یہ طے کیا کہ رات کے پہلے پہر میں حضرت عباد رضی اللہ عنہ اور رات کے آخری پہر میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جاگیں گے۔

نمازِ عشق کی ادائیگی:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تو سو گئے اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے نماز کی نیت باندھ لی اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ ایک کافر نے تیر مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کو شدید زخمی کر گیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے نماز جاری رکھی کیونکہ محبت الٰہی آپ رضی اللہ عنہ کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی اس لیے نماز پر فرق نہ آنے دیا۔ تیر نکال کر پھینک دیا اور زخم سے خون بہنے لگا لیکن نماز کو ختم نہ کیا تو پھر دوسرا تیر لگا لیکن خدا کے عاشق نے عشق سے بھری نماز میں فرق نہ آنے دیا۔

اسی طرح تیسرا تیر لگا تو اب اندیشہ ہوا کہ کہیں جان چلی جائے اور کفار حملہ کر دیں تو مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ اس ڈر سے نماز مکمل کرنے کے بعد جلدی سے دوسرے ساتھی کو جگا دیا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے یہ زخم والی حالت دیکھی تو فرمایا کہ پہلے کیوں نہ جگایا تو فرمانے لگے کہ میں نے قرآن کریم کی ایک سورت شروع کی تھی اور اسے نامکمل نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

فائدہ: خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مذکورہ واقعہ اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

سریہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقام "تُربہ" کی طرف بھیجا۔ اس وقت وہاں "بنو ہوازن" آباد تھے۔ ان لوگوں کو پہلے سے خبر ہو گئی اس لیے وہاں سے بھاگ گئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔

سریہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ شعبان ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت

چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو کلاب" کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ اس وقت وادی القری میں آباد تھے، مسلمانوں نے کفار کے کچھ لوگ قتل کیے اور کچھ قید کیے۔

سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ شعبان ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو مُرَّہ" کی طرف مقام "فَدَک" بھیجا۔ سخت جنگ ہوئی اور یہ حضرات مال غنیمت کے طور پر اونٹ اور بکریاں لے کر واپس آئے۔

سریہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو عُوال اور بنو عبد بن ثعلبہ" کی طرف بھیجا۔ کفار کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ یہ حضرات غنیمت کے طور پر اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس لوٹے۔

سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ شوال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "یمن اور جبار" (وادی القری کے قریب دو جگہوں کے نام ہیں) کی طرف بھیجا۔ اس وقت یہاں بنو غطفان آباد تھے۔ کفار کے ساتھ مقابلہ ہوا اور یہ حضرات مال غنیمت کے طور پر مویشی لے کر واپس آئے اور دو آدمیوں کو گرفتار کیا جو بعد میں مسلمان ہوئے۔

عمرۃ القضاء:

سن 7 ہجری یکم ذوالقعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرہ کے لیے تشریف لے گئے جو پچھلے سال حدیبیہ میں ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کی ادائیگی فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کے موقع پر مکہ میں داخل

ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ

کفار کے بچو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو!

اَلْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ

ہم تم کو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَّقِيْلِهٖ

ایسا ماریں گے کہ کھوپڑیوں کو تن سے جدا کر دیں گے

وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ

اور دوست کو دوست بھول جائے گا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد اللہ بن رواحہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور وہ بھی حرم کی سرزمین پر شعر پڑھتے ہو؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو چھوڑ دو (یعنی شعر پڑھنے دو) کفار پر یہ شعر تیروں سے زیادہ اثر کر رہے ہیں۔

طواف میں رَمل (پہلوانوں کی طرح کندھے ہلانا):

سن 7 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد حرام میں داخل ہوئے تو چند لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر کہا کہ یثرب کے بخار نے انہیں لاغر و کمزور کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفار کے خیال کی تردید کے لیے طواف کے پہلے تین چکر پہلوانوں کی طرح کندھوں کو ہلا کر لگاؤ اور باقی چار چکر عام رفتار سے پورے کرو۔

کعبہ کی چھت پر اذان:

سن 7 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔

اُمامہ بنتِ حمزہ رضی اللہ عنہا کی کفالت:

سن 7 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں عمرۃ القضاء سے واپسی پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کمسن بیٹی اُمامہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا! چچا! پکارتی ہوئی آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بچی کے اٹھانے کا حکم دیا۔ مدینہ پہنچ کر اس بچی کی کفالت کا معاملہ پیش آیا۔ حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں اس کی کفالت کروں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور مزید یہ کہ مکہ سے میں ہی لے کر آیا ہوں۔ حضرت زید بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے کیونکہ "عقدِ مواخات" کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور میری مواخات قائم فرمائی تھی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے، اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کا فیصلہ بچی کی خالہ کے حق میں کرتے ہوئے فرمایا کہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے۔

ام المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی:

اسی دوران جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کو ادا فرما چکے تھے اور مکہ مکرمہ ہی میں تشریف فرما تھے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ برہ (میمونہ) بنت حارث کو اپنے رشتہ ازدواج سے جوڑ لیں چونکہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ام الفضل لُبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہ خاندانی طور پر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو اچھی طرح جانتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے خوب واقف تھے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ ان سے نکاح فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے 400 درہم حق مہر کے عوض آپ کا نکاح کر دیا۔

مکہ سے روانگی:

صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آئندہ سال مسلمان صرف تین دن مکہ میں رہیں گے۔

شرط کے مطابق مدتِ قیام بھی پوری ہو چکی تھی۔ سہیل بن عمرو اور حُویطب بن عبد العُزیٰ قریش کی جانب سے دربار رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور کہا: شرط کے مطابق چونکہ مدت قیام ختم ہو گئی ہے لہٰذا آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ واپس تشریف لے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانگی کا حکم دیا اور خود بھی مکہ سے چل پڑے۔

اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مسلمانوں کے قافلے تک پہنچائیں۔ چنانچہ ابو رافع رضی اللہ عنہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقررہ مقام (سَرِف س پر زبر اور راء کے نیچے زیر کے ساتھ) تک بخیر وعافیت لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 400 درہم حق مہر ادا کیا۔

مبارک نکاح کی برکات:

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام بَرَّہ تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر میمونہ رکھ دیا۔ میمونہ کا مطلب ہوتا ہے باعث برکت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اس نام کو منتخب کرنے کی کئی پوشیدہ حکمتیں بھی ہوں گی لیکن جو ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے اگلے سال عمرۃ القضاء کی ادائیگی نے مسلمانوں کی شان وشوکت اور دین اسلام پر جاںنثاری نے اہل مکہ پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے، کفار و مشرکین مکہ کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ صرف چند بدگمانیاں باقی تھیں، انہیں یہ صاف نظر آرہا تھا کہ اگر اہل مکہ کے ساتھ مسلمانوں کا مزید کچھ میل جول اور رہا تو سارے مکہ والے اسلام قبول کر لیں گے۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ صلح حدیبیہ میں کفار کی طرف سے یہ شرط بطور خاص تھی کہ آئندہ سال مسلمان تین دن کے اندر اندر عمرہ کر کے واپس چلے جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش یہی تھی کہ یہ لوگ اسلام قبول کر لیں اور اس مبارک خواہش کی تکمیل کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح کی صعوبتیں جھیلیں، سختیاں برداشت کیں اور ظلم و ناانصافی کو سہتے رہے۔

اس لیے بیوہ و بے آسرا ایک خاتون کو سہارا دینے کے ساتھ ساتھ آپ کے پیش نظر اس وقت کے معروضی حالات بھی تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ اس نکاح کے فوائد و ثمرات میں یہ بھی ہو گا کہ اہل مکہ کی بااثر شخصیات کے علاوہ

نجد کے لوگ بھی اسلام کے قریب آجائیں گے اور اسلامی اخلاق و تعلیمات کا قریب سے مشاہدہ کریں گے تو جو بدگمانیاں اذہان و قلوب میں گردش کر رہی ہیں وہ ختم ہو جائیں گی۔

اور ایسے ہی ہوا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والے مکہ کے با اثر لوگوں میں سے تھے۔ اس نکاح کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اسی موقع حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

دوسری طرف اہل نجد کے سردار زیاد بن مالک الہِلالی جو کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بہنوئی تھے جب اہل نجد کو اپنے قبیلے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی قرابت داری کا علم ہوا تو وہی لوگ جنہوں نے کبھی دھوکے کے ساتھ 70 مبلغین اسلام کو شہید کرنے کا سنگین جرم کیا تھا اب وہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی بن گئے اور مسلمان ہو کر اہل اسلام کی اجتماعی قوت میں اضافہ کا سبب بنے۔ اس نکاح کے ذریعے یہ وہ بنیادی حکمتیں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی ہوں گی جن کا علم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے۔

سریہ اَخرم ابن ابی العَوجاء رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ ذوالحجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اخرم ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 50 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو سُلیم" کی طرف بھیجا۔ کفار نے سخت حملہ کیا۔ حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام حضرات شہید ہوئے اور حضرت اخرم رضی اللہ عنہ صفر 8 ہجری کو مدینہ واپس لوٹے۔

وفد اَشعریین:

سن 7 ہجری میں یمن کے معزز قبیلہ "اشعر" کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، یہ لوگ بڑے ذوق شوق کے ساتھ آئے۔ جب یہ وفد پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ اہلِ یمن کا وفد آگیا جو نہایت ہی نرم دل ہیں یعنی حکمت و نصیحت کی بات ان کے دل پر اثر کرتی ہے۔

شاہانِ عالم کے نام خطوط:

سن 7 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ عالم کے نام خطوط لکھوائے۔ ان میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ فَقِيْلَ لَهٗ: إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهٗ فِضَّةٌ وَنُقِشَ فِيْهِ: محمد رسول الله

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ لوگ مہر کے بغیر خطوط قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس میں ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ منقش تھے۔

1 ... کسریٰ شاہ فارس (ایران) کے نام خط:

شاہِ فارس کِسریٰ کے نام حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ والا نامہ بھیجا۔ کسریٰ بد بخت نے والا نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے! چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بیٹے شیرویہ نے اسے بری طرح قتل کیا۔ اس کسری کا نام پرویز تھا اور یہ نوشیروان کا پوتا تھا۔ ”کسریٰ“ فارس کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔

خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ إِلٰى كِسْرٰى عَظِيْمِ فَارِسَ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَآمَنَ بِاللهِ وَرَسُولِهٖ وَشَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَأَدْعُوْكَ بِدُعَاءِ اللهِ فَإِنِّيْ أَنَا رَسُوْلُ اللهِ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً لِأُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ فَإِنْ تُسْلِمْ تَسْلَمْ وَإِنْ أَبَيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْمَجُوْسِ

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا سردار ہے۔ سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو ہدایت اختیار کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس

بات کا اقرار کرے کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تجھ کو اللہ کے کلمہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اس لیے کہ میں اللہ کا وہ رسول ہوں جو تمام جہان کی طرف اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ ان لوگوں کو ڈراؤں جن کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ عقل ہے) تا کہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے (اور قیامت کے دن ان کو یہ عذر نہ ہو کہ ہم کو علم نہ تھا) تو اسلام قبول کر لے تا کہ تو خود بھی سلامت رہے ورنہ تیرے متبعین مجوسیوں (آگ پرستوں) کا وبال بھی تجھ پر ہو گا (کیونکہ وہ تیرے اقتدار میں گمراہ ہو رہے ہیں)۔

2... قیصر شاہ روم کے نام خط:

بادشاہِ روم کے نام خط حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا گیا۔ قیصر کا نام "ہِرَقل" تھا۔ یہ شخص اسلام تو نہیں لایا مگر اس نے نامہ مبارک کی بڑی عزت و توقیر کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے تو ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیے مگر قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی۔

خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مِنۡ مُحَمَّدٍ عَبۡدِ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ إِلٰی ھِرَقۡلَ عَظِیۡمِ الرُّوۡمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی۔ أَمَّا بَعۡدُ! فَإِنِّيۡ أَدۡعُوۡكَ بِدِعَایَةِ الۡإِسۡلَامِ أَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ یُؤۡتِكَ اللّٰہُ أَجۡرَكَ مَرَّتَیۡنِ فَإِنۡ تَوَلَّیۡتَ فَإِنَّ عَلَیۡكَ إِثۡمَ الۡأَرِیۡسِیِّیۡنَ ﴿ قُلۡ یٰۤاَھۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا نُشۡرِكَ بِہٖ شَیۡئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡھَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ﴾

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ہرقل کی طرف جو کہ روم کا سردار ہے۔ سلامتی اس شخص کے لیے جو ہدایت اختیار کرے۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ (توحید) کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تو اسلام لے آ تا کہ تو سلامتی سے رہے اور حق تعالیٰ شانہ تجھ کو دہرا اجر عطا فرمائیں اور اگر تو اعراض کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تیری گردن پر ہو گا۔ "فرما دیجیے: اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، اور وہ یہ

کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پھر بھی اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دیجیے کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہیں۔"

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) سے مکالمہ:

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب خط وہاں پہنچا تو ہم وہیں تھے، ہرقل نے کہا کہ جو شخص نبوت کا دعوی کرتا ہے اس کی قوم کا کوئی بندہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں! اور لوگ مجھے اس کے پاس لے گئے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہرقل نے پوچھا: اس کا نسب کیسا ہے؟

میں نے جواب دیا: بہت اچھا ہے۔

ہرقل نے پوچھا: تم میں سے پہلے کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا: نہیں۔

ہرقل نے پوچھا: ان کے آباءواجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

میں نے جواب دیا: نہیں۔

ہرقل نے پوچھا: اس کے متبعین طاقتور ہیں یا ضعفاء؟

میں نے جواب دیا: ضعفاء۔

ہرقل نے پوچھا: ان کی اتباع کرنے والے بڑھتے ہیں یا کم ہوتے ہیں؟

میں نے جواب دیا: بڑھتے ہیں۔

ہرقل نے پوچھا: کیا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص دین سے پھرا بھی ہے؟

میں نے جواب دیا: نہیں۔

ہرقل نے پوچھا: دعویٰ نبوت سے قبل اس کو کبھی جھوٹا پایا؟

میں نے جواب دیا: نہیں۔

ہر قل نے پوچھا: کبھی وہ عہد شکنی بھی کرتے ہیں یا نہیں؟

میں نے جواب دیا: نہیں۔

ہر قل نے پوچھا: کیا تم نے کبھی ان سے جنگ کی ہے؟

میں نے جواب دیا: جی ہاں۔

ہر قل نے پوچھا: تمہاری ان سے جنگ کیسی رہی؟

میں نے جواب دیا: جنگ ہمارے اور ان کے درمیان رسی کے ڈول کی سی ہے، کبھی ہم غالب آ جاتے ہیں اور کبھی وہ۔

ہر قل نے پوچھا: وہ تم لوگوں کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟

میں نے جواب دیا: وہ کہتے ہیں کہ ایک خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جو کچھ تمہارے آباء واجداد کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، روزہ، صلہ رحمی، عفاف وغیرہ کا حکم دیتے ہیں۔

ہر قل نے کہا: جو کچھ آپ نے بتایا اگر یہ صحیح ہے تو پھر وہ اللہ کے نبی ہیں۔ ہم لوگ جانتے تھے کہ ایک نبی آئے گا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے ہو گا۔ کہنے لگا کہ کاش ان کی زیارت ہوتی، میں ان کے پاؤں دھو کر پیتا۔ ہر قل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے یہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔ اس کے علاوہ ہِرَ قُل نے خود غزوہ مُوتہ میں مسلمانوں کے خلاف مقابلہ کیا۔

3... نجاشی شاہ حبشہ کے نام خط:

بادشاہِ حبشہ کے نام حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا۔ شاہِ حبشہ کا نام "اصحم" تھا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوا تھا۔ اس کا جنازہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پڑھایا تھا۔

خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمَنِ الرَّحِيۡمِ مِنۡ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ إِلَى النَّجَاشِيِّ الۡأَصۡحَمِ مَلِكِ الۡحَبَشَةِ

سَلَامٌ عَلَيْكَ!

فَإِنِّيْ أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللهَ الْمَلِكَ الْقُدُّوْسَ الْمُؤْمِنَ الْمُهَيْمِنَ وَأَشْهَدُ أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رُوْحُ اللهِ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ الْبَتُوْلِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِيْنَةِ فَحَمَلَتْ بِعِيسٰى فَخَلَقَهٗ مِنْ رُوحِهٖ وَنَفَخَهٗ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهٖ وَنَفَخَهٗ. وَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ إِلَى اللهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَالْمُوَالَاةِ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَأَنْ تَتَّبِعَنِيْ وَتُؤْمِنَ بِيْ وَبِالَّذِيْ جَاءَنِيْ فَإِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمُ ابْنَ عَمِّي جَعْفَرًا وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِذَا جَاءُوْكَ فَاقْرِهِمْ وَدَعِ التَّجَبُّرَ فَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ وَجُنُوْدَكَ إِلَى اللهِ وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نَصِيْحَتِيْ.
وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى.

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اصحم کے نام۔ تم پر سلامتی ہو! میں تمہارے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ (ایسا) بادشاہ (ہے جو) عیوب سے پاک ہے۔ ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کے کلمہ تھے جسے اللہ تعالیٰ نے پاک صاف کنواری حضرت مریم کے پاس بھیجا اور وہ حاملہ ہو گئیں۔ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص روح سے پیدا کیا اور اس میں جان ڈال دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور اس میں روح پھونکی۔ میں تمہیں اسی وحدہ لاشریک کی بندگی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لایا ہوں اس پر ایمان لاؤ، بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں تمہارے پاس اپنے چچازاد جعفر اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھیج رہا ہوں جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کی مہمان نوازی کرو اور سرکشی اختیار نہ کرو۔ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے حق بات تم تک پہنچادی ہے اور تمہیں نصیحت بھی کر دی ہے، لہٰذا میری نصیحت قبول کرو اور سلامتی اسی شخص پر ہے جو ہدایت کا اتباع کرے۔

4... مُقَوْقِس شاہ مصر کے نام خط:

بادشاہِ مصر و اسکندریہ کے نام حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا۔ شاہ مصر کا نام

جریج بن متی قبطی تھا، یہ مسلمان نہیں ہوا لیکن آپ کے لیے ہدایا اور تحائف بھیجے انہی میں سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مِنۡ مُحَمَّدٍ عَبۡدِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ اِلَی الۡمُقَوۡقَسۡ عَظِیۡمِ الۡقِبۡطِ
سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی!

أَمَّا بَعۡدُ! فَإِنِّیۡ أَدۡعُوۡكَ بِدَعَایَةِ الۡإِسۡلَامِ، أَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ یُؤۡتِكَ اللّٰہُ اَجۡرَكَ مَرَّتَیۡنِ، فَاِنۡ تَوَلَّیۡتَ فَعَلَیۡكَ اِثۡمُ الۡقِبۡطِ ﴿قُلۡ یٰۤاَھۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا نُشۡرِكَ بِہٖ شَیۡئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡھَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ﴾

ترجمہ: اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقس عظیمِ قِبط کی جانب! اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد!

میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر عطا فرمائیں گے۔ اگر تم روگردانی کروگے تو سارے قبطیوں کی گمراہی کا گناہ تمہارے اوپر ہوگا۔ فرما دیجیے: اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، اور وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پھر بھی اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دیجیے کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہیں۔

شاہ مصر مقوقس کو دعوتِ فکر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ شاہ مقوقس کے دربار میں پہنچے اور متانت کے ساتھ ان کو جا کر کہا: اے شاہ مقوقس! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص گزرا ہے جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے نشان عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا۔ لہٰذا دوسروں سے عبرت حاصل کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت حاصل کریں۔

شاہ مقوقس سے مکالمہ:

مقوقس: مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بتائیے! کیا وہ اللہ کے نبی ہیں؟

حاطب رضی اللہ عنہ: وہ نبی ہی نہیں، بلکہ اللہ کے رسول بھی ہیں۔

مقوقس: اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو پھر کیا وجہ ہے جب ان کی قوم نے انہیں اپنی بستی (مکہ) سے نکالا تو انہوں نے اس کے لیے اللہ کے عذاب کی بد دعا نہیں کی؟

حاطب رضی اللہ عنہ: کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول نہیں مانتے؟

مقوقس: بالکل مانتے ہیں۔

حاطب رضی اللہ عنہ: آپ بتائیے! جب ان کی قوم نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور انہیں سولی چڑھانے کا ارادہ کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا تو انہوں نے اس بات کی دعا کیوں نہیں کی کہ ان کا رب بنی اسرائیل کو ہلاک کر دے؟

شاہ مقوقس کا اعتراف:

آپ ایک حکیم (عقل مند) آدمی ہیں اور ایک حکیم (دانا) آدمی کی طرف سے آئے ہیں۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے یہ تحفے آپ کے ساتھ بھیجتا ہوں اور یہ نگہبان (مابور نام تھا) جو آپ کے علاقے تک آپ کی نگہبانی کریں گے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لکھوایا۔

شاہ مقوقس کا خط:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ . لِمُحَمَّدِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ مِنَ الۡمُقَوۡقِسِ عَظِيۡمِ الۡقِبۡطِ۔ سَلَامٌ عَلَيۡكَ! أَمَّا بَعۡدُ: فَقَدۡ قَرَأۡتُ كِتَابَكَ وَفَهِمۡتُ مَا ذَكَرۡتَ فِيۡهِ وَمَا تَدۡعُوۡ إِلَيۡهِ . وَقَدۡ عَلِمۡتُ أَنَّ نَبِيًّا بَقِيَ وَكُنۡتُ أَظُنُّ أَنَّهٗ يَخۡرُجُ بِالشَّامِ وَقَدۡ أَكۡرَمۡتُ رَسُوۡلَكَ وَبَعَثۡتُ إِلَيۡكَ بِجَارِيَتَيۡنِ لَهُمَا مَكَانٌ فِي الۡقِبۡطِ عَظِيۡمٌ وَبِكِسۡوَةٍ وَأَهۡدَيۡتُ لَكَ بَغۡلَةً لِتَرۡكَبَهَا

وَالسَّلَامُ عَلَيۡكَ

ترجمہ: محمد بن عبد اللہ کے حضور منجانب مقوقس عظیم القبط!

آپ پر سلامتی ہو!

امابعد! میں نے آپ کا گرامی نامہ پڑھا اور جو کچھ اس میں تحریر تھا اور جس کی آپ نے دعوت دی، میں نے اس کو سمجھ لیا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک نبی نے آنا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ اس کا ظہور ملک شام سے ہوگا۔ بہر حال! میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی ہے۔ میں آپ کی طرف دو کنیزیں (ماریہ اور سیرین) کو بھیجتا ہوں جو کہ قبط میں عظیم المرتبت ہیں اور کچھ لباس و تحائف بھی پیش خدمت کرتا ہوں اور خچر بھی آپ کی سواری کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔ آپ پر سلامتی ہو۔

کنیزِ رسول سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا:

شاہ مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہدیے بھیجے ان میں دو کنیزیں ماریہ اور سیرین بھی شامل تھیں۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جب مصر سے واپس لوٹنے لگے تو انہیں اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پڑوس میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ اگرچہ آپ کنیز تھیں لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا کو دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح پردہ میں رہنے کا حکم دیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک 20 سال کی تھی۔

ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ:

کچھ عرصہ بعد سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا امید سے ہوگئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کے لیے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا گاہے بگاہے تشریف لاتیں۔ سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا ایک بچے کی ماں بن گئیں۔ (لونڈی جب بچے کی ماں بنے تو اسے "اُمِّ وَلَدْ" کہتے ہیں) حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو بچے کی خوشخبری دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، انہوں نے جا کر اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور "ابراہیم" نام رکھا۔

ابراہیم پیدائش کے بعد 18 ماہ تک زندہ رہے اور پھر وفات پا گئے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرزند رسول کو غسل دیا اور ایک چھوٹے سے تختے پر اٹھا کر بقیع کی طرف چل پڑے۔ نمازِ جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ان کو کہاں دفن کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: عثمان بن مظعون (رضی اللہ عنہ) کے پاس۔ آپ کی قبر وہاں کھودی گئی تو اس میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اترے اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آسودہ خاک فرمایا۔

5...شاہ یمامہ ھوذہ بن علی کے نام خط:

بادشاہِ یمامہ ھوذہ بن علی کے نام حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا۔

خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ إِلٰى هَوْذَةَ بْنِ عَلِيٍّ

سَلامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى!

وَاعْلَمْ أَنَّ دِيْنِيْ سَيَظْهَرُ إِلٰى مُنْتَهَى الْخُفِّ وَالْحَافِرِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ وَأَجْعَلُ لَكَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ.

ترجمہ: اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے شاہ یمامہ ھوذہ بن علی کے نام! اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد!

تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخری حد تک غالب آکر رہے گا۔ لہٰذا اسلام قبول کرلو بچ جاؤ گے اور تمہارے ماتحت جو کچھ حکومت ہے اسے میں تمہارے لیے باقی رکھوں گا۔

شاہِ یمامہ نے قاصد رسول حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا، اپنی روایتی طرز کی مہمان نوازی کی اور درج ذیل جواب لکھا، جس کا مضمون یہ تھا:

مَا أَحْسَنَ مَا تَدْعُوْ إِلَيْهِ وَأَجْمَلَهُ وَأَنَا شَاعِرُ قَوْمِيْ وَخَطِيْبُهُمْ وَالْعَرَبُ تَهَابُ مَكَانِيْ فَاجْعَلْ إِلَيَّ بَعْضَ الأَمْرِ أَتْبَعْكَ

آپ نے بہت خوبصورت انداز میں اچھی بات کی طرف دعوت دی ہے میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں اس لیے عرب لوگ میرے مقام ومرتبہ کی قدر بھی کرتے ہیں۔ آپ بعض معاملات میرے سپرد کرتے ہیں تو میں آپ کی اتباع کرلوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط سنا تو فرمایا: اگر وہ (میرا نائب بن کر امرِ خلافت کو سنبھالنے کے لیے)

ایک بالشت زمین یا ایک کھجور کے برابر بھی زمین مانگے تو بھی میں نہ دوں گا۔

6...شاہ غَسَّان حارث بن ابی شمر کے نام خط:

شاہ غَسَّان حارث بن ابی شمر کے پاس حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر روانہ فرمایا۔ حارث نے والا نامہ کو پھینک دیا اور کہا کون ہے جو مجھ سے میری سلطنت چھینے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا ملک تباہ ہو گا۔

7...شاہ عُمَّان جیفر کے نام خط:

شاہ عُمَّان جَیفَر کے پاس حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط مبارک دے کر روانہ فرمایا۔ یہ مسلمان ہوا۔

8...شاہ بحرین منذر بن ساویٰ کے نام خط:

شاہ بحرین مُنذِر بن ساویٰ کے پاس حضرت عَلاء بن الحَضْرَمی رضی اللہ عنہ کو خط مبارک دے کر روانہ فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مشق نمبر 12

مختصر جواب دیں:

1. خیبر کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟
2. خیبر کے مشہور تین قلعوں کے نام لکھیں۔
3. غزوہ خیبر میں ظاہر ہونے والے معجزات میں سے دو معجزے لکھیں۔
4. اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں نکاح موقت کی کیا حیثیت ہے؟
5. طواف میں "رمل" کی کیا وجہ بنی؟

خالی جگہ پر کریں:

1. خیبر کی آبادی کا دوسرا حصہ .... کہلاتا تھا۔
2. خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں اسے جھنڈا دوں گا جو........... اور اس کے .... سے محبت کرتا ہے۔
3. بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو........... کی طرف مقام........... بھیجا۔
4. حضرت اخرم بن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سریہ........... کی طرف بھیجا۔
5. سن........... ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہان عالم کے نام........... لکھوائے۔
6. شاہ حبشہ کا نام........... تھا۔
7. شاہ مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہدایا بھیجے ان میں دو کنیزیں........... اور........... بھی شامل تھیں۔
8. باندی جب بچے کی ماں بنے تو اسے........... کہتے ہیں۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1: رئیس المنافقین کا نام ہے:

مالک بن ابی　　عبد اللہ بن ابی　　جد بن قیس

2: کس کی آنکھ پر آپ ﷺ نے لعاب مبارک لگایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ　　حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ　　حضرت زید رضی اللہ عنہ

3: ذات الرقاع نامی ایک ہے:

گاؤں　　پہاڑ　　آدمی

4: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام تھا:

بریرہ　　برہ　　ثمرہ

5: رسول اللہ ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم زندہ رہے:

دس ماہ　　پندرہ ماہ　　اٹھارہ ماہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

سن 8 ہجری

خاتم النبیین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا منبر مبارک، غزوہ فتح مکہ
سلسلۃ الوفود، غزوہ حُنَین، غزوہ طائف

سریہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ صفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 14 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "مُلَوِّح" نامی مقام کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کفار کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جنگجو کفار کو قتل کیا، عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔ مالِ غنیمت کے طور پر مویشی لے کر مدینہ واپس لوٹے۔

سریہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ صفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ ہی کی زیر قیادت 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو مُصَاب" کی طرف بھیجا۔ انہوں نے مشرکین کا خوب مقابلہ کیا۔ اونٹ اور بکریاں غنیمت کے طور پر لائے۔ عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔

منبر مبارک:

سن 8 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر مبارک تیار کیا گیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ والے دن (خطبہ دینے کے لیے) ایک درخت یا (یوں فرمایا کہ) کھجور کے تنے کا سہارا لیا کرتے تھے۔ ایک انصاری خاتون یا مرد نے پیش کش کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر بنوا دیں (جس پر بیٹھ کر آپ وعظ فرما لیا کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسے تمہاری مرضی ہو۔ یعنی اجازت مرحمت فرمادی۔ اس انصاری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک منبر بنوایا۔ آئندہ جمعہ کا دن آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ تو وہ تنا جس کا سہارا لے کر پہلے آپ وعظ فرمایا کرتے تھے چیخ چیخ کر رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے اور اس تنے کو سینے سے لگایا تو وہ اس بچے کی طرح ہچکیاں لینے لگا جسے چپ کرایا جا رہا ہو۔ تنے کا رونا فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکر اللہ سے محرومی کی بنا پر تھا جسے وہ پہلے قریب سے سنا کرتا تھا۔

فائدہ: اس تنے کو پھر مسجد نبوی ریاض الجنۃ میں محرابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لگا دیا گیا۔ اس ستون کا نام اُستوانہ / اُسطوانہ حَنَّانَہ رکھ دیا گیا۔ اُستوانہ اور اُسطوانہ؛ دونوں طرح لکھا پڑھا جاتا ہے۔ یہ ستون آج بھی محبت رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دلاتا ہے۔

سریہ شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 24 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو عامر (بنو ہوازن کی شاخ) کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ "سِئ" نامی مقام پر تھے۔ کفار سے مقابلہ ہوا۔ بڑی تعداد میں اونٹ اور بکریاں بطور غنیمت لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

سریہ کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 15 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "ذاتِ اَطلاع" بھیجا۔ کفار نے سخت حملہ کیا۔ تمام مسلمان شہید ہوئے۔ صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔ انہوں نے آکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔

سریہ مُوتہ:

سن 8 ہجری ماہ جمادی الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالترتیب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طَیَّار اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو امیر بنا کر 3000 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رومیوں کے مقابلے میں بھیجا۔ شاہ روم ہرقل کا لشکر اڑھائی لاکھ پر مشتمل تھا، جو "بلقاء" نامی جگہ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو امیر لشکر جعفر ہوں گے۔ اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو امیر لشکر عبد اللہ بن رواحہ ہوں گے۔ اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں امیر بنالیں۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں حضرات کے شہید ہونے کی ایک طرح کی پیش گوئی فرمائی جو حرف بحرف پوری ہوئی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسلامی پرچم تھا، کافروں سے لڑتے ہوئے آپ جام شہادت نوش فرماگئے۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلامی پرچم سنبھالا اور شدید لڑائی کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام کا جھنڈا سنبھالا اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا، بالآخر ان کو بھی شہادت کا رتبہ حاصل ہوا۔ ان تینوں کی شہادت کے بعد لشکرِ اسلام نے بالا تفاق حضرت خالد بن ولید (سیف اللہ) رضی اللہ عنہ کو امیرِ لشکر بنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نئے سرے سے مسلمانوں کی صفیں ترتیب دیں اور کفار پر ٹوٹ پڑے۔ اللہ رب العزت کی مدد سے مسلمانوں نے کفار پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اس جنگ میں صرف 12 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جبکہ کافروں کے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کفار کا اسلحہ اور سازوسامان مال غنیمت بنا۔ اس موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دربارِ نبوت میں "سیف اللہ" (اللہ کی تلوار) کا لقب ملا۔

سریہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ جمادی الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "ذات السَلاسِل" بھیجا۔ مشرکین کے قبائل قُضاعہ، عاملِہ، لخم اور جُذام سے مقابلہ ہوا۔ مسلمان فاتح بن کر مالِ غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس لوٹے۔

سریہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ رجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو جُنَینہ" کی طرف بھیجا۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو مشکل یہ پیش آئی کہ سامانِ سفر ختم ہو گیا یہاں تک کہ درخت کے پتے کھا کر گزارا کرنا پڑا جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے جبڑے زخمی ہو گئے۔ اللہ رب العزت نے ان کی خوراک کا انتظام کیا کہ عنبر نامی مچھلی سمندر کے کنارے پر پھینک دی۔ یہ ایک مہینے تک خوب سیر ہو کر کھاتے رہے اور باقی حصہ مدینہ لے آئے جس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔ اس میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ اس کو سریہ "سِیف البحر" اور "سریۃ الخَبط" بھی کہتے ہیں۔

سریہ عمرو بن مُرّہ الجُہنی رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ شعبان المعظم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن مُرّہ الجُہنی رضی اللہ عنہ کی زیر

قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) کی طرف بھیجا۔ ابوسفیان بن حارث کے لشکر کو شکست ہوئی اور پھر فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کو اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

سریہ ابو قتادہ بن حارث الربعی السلمی رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ شعبان المعظم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ بن حارث اَلرِّبْعِی السُلمی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 16 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو غطفان کی طرف "خَضِرَہ" بھیجا۔ ان کو فتح نصیب ہوئی اور چند کفار کو قید کیا گیا۔ مال غنیمت کے طور پر 200 اونٹ اور 2000 بکریاں لے کر آئے۔ خُمس نکالنے کے بعد باقی مجاہدین میں تقسیم کی گئیں۔ ہر شخص کے حصے میں 13 اونٹ آئے۔

سریہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ رمضان المبارک کے آغاز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 8 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بطنِ اِضَم" (مدینہ کی وادی یا پہاڑی کا نام) کی طرف بھیجا۔ ان کا مقابلہ نہیں ہوا البتہ حضرت مُحَلِّمُ بن جُثامہ اللیثی رضی اللہ عنہ نے بنو اَشجع کے ایک شخص عامر بن اَضبَط کو قتل کیا۔

سریہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما:

سن 8 ہجری ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "حُرقاتِ جُہینہ" کی طرف بھیجا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر تلوار اٹھائی، اس نے کلمہ پڑھا لیکن حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے اجتہاداً یہ سمجھا کہ یہ صرف اپنی جان بچانے کے لیے پڑھ رہا ہے اس لیے قتل کر دیا۔

اس کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ گچھ فرمائی۔ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! (میرے گمان کے مطابق) اس نے موت کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کے دیکھ لیا تھا؟

نوٹ: یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا تھی جس پر ان کو تنبیہ کی گئی اور قتل کے بدلے قصاصاً قتل نہ کیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ عند اللہ ان کی یہ خطا معاف کر دی گئی۔

سریہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو "سُوَاع" نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا۔ یہ قبیلہ "بنو ہُذیل" کے لوگوں کا بت تھا جو "رُھاط" میں آباد تھے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بت کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

فتح مکہ کی خوشخبری:

فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خوشخبری عطا فرمائی، سورۃ النصر نازل ہوئی:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور اس سے مغفرت مانگیں۔ یقیناً وہ ذات بہت زیادہ معاف کرنے والی ہے۔

غزوہ فتح مکہ:

سن 8 ہجری ماہ رمضان المبارک میں مکہ فتح ہوا۔ جس وقت صلح حدیبیہ کا عہد نامہ مرتب ہوا اس وقت دوسرے قبیلوں کو مکمل طور پر یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جس کسی کے عہد میں شامل ہونا چاہیں، ہو جائیں۔ قبیلہ بنو خزاعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جبکہ بنو بکر قریش کے عہد میں شامل ہوا۔

معاہدہ کی خلاف ورزی:

شروع میں معاہدہ صلح ہو جانے کے بعد فریقین ایک دوسرے سے بے خطر ہو گئے لیکن بنو بکر نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش کے لوگ بھی اپنے چہروں پر نقاب ڈالے اس میں شریک

ہوئے یہاں تک کہ ان کے گھروں میں گھس گھس کر اُن کو قتل کیا اور اُن کا مال و اسباب لوٹ لیا۔

قریش کے سامنے تین شرائط:

عمرو بن سالم خزاعی 40 آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینہ منورہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور صورتحال سے آگاہ کیا، بنو بکر کی اس عہد خلافی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ کے حل کے لیے تین صورتیں پیش کیں:

1: مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے۔

2: قریش؛ بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

3: اعلان کرا دیا جائے کہ حدیبیہ کی صلح ختم ہو گئی ہے۔

قریش کی طرف سے معاہدہ ختم کرنے کا اعلان:

متکبرانہ مزاج ہمیشہ غلط فیصلوں پر اکساتا اور بعد میں ندامت سے دوچار کرتا ہے یہی حال قریش کا ہوا، پہلے تو کہہ دیا کہ ہمیں تیسری شق قبول ہے لیکن بعد میں اس کے برے نتائج سوچے تو فوراً ابو سفیان کو سفیر بنا کر مدینہ منورہ روانہ کیا کہ وہ سابقہ عہد کی تجدید کرا لائیں۔ ابو سفیان خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور مدعا سے آگاہ کیا، تجدید عہد کی بات کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ ابو سفیان نے بہت کوشش کی لیکن بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی جواب نہ ملا بالآخر ابو سفیان نے مسجد نبوی میں جا کر یہ اعلان کیا کہ میں نے "معاہدہ حدیبیہ" کی تجدید کرا لی ہے۔

مکہ مکرمہ واپس پہنچ کر جب ابو سفیان نے قریش کو سارا ماجرا بتلایا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ نہ تو صلح ہے اور نہ ہی جنگ، لہٰذا اب ہم آرام سے نہیں بیٹھ سکتے، اب جنگ کی تیاری کی جائے۔

دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ جانے کی تیاریاں مکمل کر لیں اور اپنے اتحادی قبائل کو مکہ کی طرف ہمراہ جانے کا پیغام بھیج دیا۔ اس بات کی پوری کوشش کی گئی کہ قریش مکہ کو مسلمانوں کی آمد کی اطلاع کسی صورت نہ ہونے پائے۔ اسی دوران ایک ایسا معاملہ پیش آیا جس سے کافی تشویش پیدا ہوئی۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جو اصل میں یمن کے رہنے والے تھے (غزوہ بدر کے شرکاء میں سے ہیں) نے خفیہ طور پر قریش کو ایک خط لکھ کر روانہ کر دیا جس میں انہوں نے لکھا: "اے قریش کے گروہ! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات کی مانند تم پر ایک بہت بڑا لشکر لے کر آنے والے ہیں جو سیلاب کی طرح بہتا ہوا ہو گا۔ اللہ کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے بغیر تن تنہا بھی تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور فتح و نصرت کا جو وعدہ اللہ نے آپ سے کیا ہے وہ ضرور پورا ہو گا۔ تم اپنے انجام کو اچھی طرح سوچ لو۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً چند صحابہ کو روانہ فرمایا کہ روضہ خاخ نامی جگہ پر ایک خاتون کے پاس وہ خط ہے اس سے چھین کر لے آؤ۔ ایسا ہی ہوا۔ خط لایا گیا، دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا خط ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غیر معمولی حیرت ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اجازت ہو تو میں اِس کی گردن اُڑادوں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب بدری ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مخاطب کر کے فرمایا ہے جو چاہو کرو میں نے تمہاری بخشش کر دی۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی وضاحت:

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا انہوں نے آکر عرض کی: یارسول اللہ! میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیں، میری مجبوری سن لیں! قریش سے میری کوئی رقابت نہیں فقط حلیفانہ تعلقات ہیں، میرے اہل و عیال آج کل مکہ میں ہیں جن کا دوسرے مہاجرین کی طرح وہاں کوئی حامی و مددگار نہیں، میں نے یہ سوچ کر خط لکھا کہ میں قریش کے ساتھ یہ احسان کروں تاکہ وہ میرے اہل و عیال کو وہاں کسی قسم کی کوئی ایذا اور تکلیف نہ پہنچائیں۔ میں نے ایسا خط لکھا ہے، جس میں میرا فائدہ ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نقصان نہیں۔

حاطب رضی اللہ عنہ سے متعلق نبوی فیصلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر فرمایا: یقیناً تم نے سچ ہی بیان

کیا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو اپنے دامن رحمت میں لے لیا۔

آخری نبوت:

8 ہجری 10 رمضان المبارک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 10 ہزار کا لشکر اسلام لے کر جانب مکہ روانہ ہوئے، راستے میں مقام ذوالحلیفہ یا جحفہ پہنچے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ہجرت آخری ہجرت ہے اور میری نبوت آخری نبوت ہے۔ حکم دیا کہ سامان مدینہ بھیج دیں اور آپ ہمارے ساتھ رہیں۔

چند افراد کا قبول اسلام:

جب آپ مقام "اَبْواء" پر پہنچے تو ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کے بیٹے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور ہیں) اور عبداللہ بن امیہ رضی اللہ عنہ قبول اسلام کی غرض سے آپ سے ملنے آئے۔

ابوسفیان بن حارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی ہیں۔ انہوں نے سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ پہلے پہل اہل اسلام کے بہت بڑے دشمن تھے۔ اپنی اہلیہ اور بیٹے جعفر کے ہمراہ راستے میں ملے اور خدمت نبوی میں حاضر ہونا چاہا مگر اجازت نہ ملی یہاں تک کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سفارش پر بھی اجازت نہ ملی۔ جس پر ابوسفیان بن حارث نے کہا کہ اگر خدمت اقدس میں حاضری کی اجازت نہ ملی تو بیوی بچوں کو لے کر بہت دور چلا جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو دریائے رحمت جوش میں آیا۔ اجازت عطا فرمائی۔ ابوسفیان اور ان کی اہلیہ نے اسلام قبول کیا۔

مَرُّ الظَّہرَان پر پڑاؤ:

ایک ہفتہ کی مسافت طے کرنے کے بعد لشکر اسلام نے مکہ سے کچھ پہلے مقام "مر الظہران" پر عشاء کے وقت پڑاؤ ڈالا، عسکری حکمتِ عملی کے تحت لوگوں کو دور دور تک پھیلا دیا گیا اور کہا گیا تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں پر آگ روشن کر دیں۔

قریش کا تجسس:

قریش کو اس کی خبر ہوئی تو اُنہوں نے ابوسفیان بن حرب اور کچھ لوگوں کو بغرض تجسس بھیجا۔ ابوسفیان سے ایک شخص نے کہا کہ شاید یہ بنو خزاعہ کے لوگ ہیں جو بدلہ لینے آئے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: نہیں، ان کے پاس اتنے لوگ کہاں؟ جبکہ ادھر دوسری طرف معاملہ یہ تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسلمانوں اور ان کے لشکر کی حالت کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے ساتھ مکہ کو فتح کیا تو قریش کی خیر نہیں۔ ہاں اگر کسی طریقہ سے قریش کو خبر ہو جائے اور وہ آکر امن میں داخل ہو جائیں تو بہتر ہے۔ اسی فکر میں نکلا کہ چند آدمیوں کی آوازیں میرے کانوں میں پڑیں، جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے، میں نے ان کو پہچان لیا، ابوسفیان نے مجھ سے لشکر کا حال معلوم کرنا چاہا تو میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے لشکر کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔

ابوسفیان بن حرب کو امان:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوسفیان نے کہا کہ پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میں نے کہا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر امن حاصل کر لو۔ چنانچہ میں ابوسفیان کو سواری پر بٹھا کر لے چلا، راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو فرمانے لگے: الحمدللہ آج ابوسفیان کسی معاہدہ کے بغیر ہی قابو میں آگیا۔ مگر میں نے بہت جلدی سے ابوسفیان کو خدمت نبوی میں حاضر کیا۔ پیچھے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اجازت دیجیے! میں ابوسفیان کی گردن مار دوں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امن عطا فرمایا۔ دوسرے دن ابوسفیان حاضر خدمت ہوئے اور صدق دل سے مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

عسکری حکمت عملی:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ تاکہ وہ مجاہدین اسلام کے جاہ و جلال کا خوب اچھی طرح مشاہدہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پہاڑی کی چوٹی پر لا کھڑا کر دیا۔ انہوں نے لشکر اسلام کی جاہ و جلال اور عسکری قوت

کا مظاہرہ کیا۔ یہ عسکری حکمت عملی تھی کہ اپنی افرادی قوت کا پوری قوت سے اظہار کرو۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ خوب سمجھ گئے کہ قریش اس لشکر اسلام کا مقابلہ ہر گز نہیں کر سکتے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اعزاز:

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ابوسفیان سرداران مکہ میں سے ہیں، فخر کو پسند کرتے ہیں، لہٰذا ان کے لیے کوئی قابل فخر اعلان ہونا چاہئے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعلان کرادو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اسے امن ہے۔ اسی طرح:

- اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو ہمارا مقابلہ نہ کرے اور اپنا گھر بند کر لے۔
- اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے۔
- اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو ہتھیار ڈال دے۔
- اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے۔
- اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو ابورُویحہ کے جھنڈے تلے آجائے۔

لشکر اسلام آگیا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہمارے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے قریش کو لشکر اسلام کی خبر کر دو اور معافی کا اعلان بھی سنا دو۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ میں کھڑے ہو کر قریشیوں سے خطاب کیا کہ لشکر اسلام آگیا ہے جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قریشیوں نے کہا: پھر کیا کریں؟ تو ابوسفیان نے معافی کا اعلان بھی ساتھ ہی سنا دیا۔

حرم کعبہ سے بت نکال دیے گئے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں داخل ہوئے، ہاتھ مبارک میں ایک کمان تھی، وہی بیت اللہ جو ساری دنیا میں اللہ کی وحدانیت کا مرکز تھا اسی کے گرد اور چھت پر 360 بت رکھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک بت کو کمان مارتے اور فرماتے: "حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے تمام بت حرم سے نکال دینے کا حکم فرمایا۔

مشرکین کی ہلاکت کی بد دعا:

اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر بیٹھ کر ہی طواف کیا، حجر اسود کا بوسہ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر خانہ کعبہ کھولا گیا۔ آپ اس میں داخل ہوئے تو تصویریں نظر آئیں جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں بھی بنائی گئی تھیں۔ ان کی تصویروں کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ مشرکین کو ہلاک کرے، خدا کی قسم اِن دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال کے تیر استعمال نہیں کیے۔ ملائکہ کی تصویروں پر نظر پڑی تو فرمایا: مشرکین پر اللہ کا غضب ہو فرشتے نہ تو مرد ہیں اور نہ ہی عورت۔ پھر ان کو مٹا دینے کا حکم فرمایا۔ جب کعبہ کی چھت پر نظر ڈالی تو ہر طرف بت ہی بت نظر آئے جنہیں دیوار کے ساتھ چونے کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ ہبل نامی بت کعبہ کے بالکل وسط میں رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے جاتے اور بت خود ہی گرتے جاتے تھے۔

غسل کعبہ (زادھا اللہ شرفا):

اس کے بعد بیت اللہ کو زم زم کے پانی سے غسل دیا گیا۔ یہ رمضان المبارک کی 20 تاریخ تھی۔

اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا:

آپ صلی اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک میں کعبۃ اللہ کی چابی تھی، قریش گردنیں جھکائے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے مخاطب ہوئے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔ اے قریش! اللہ نے تم سے جہالت کی نخوت اور باپ دادوں پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحجرات کی آیت تلاوت فرمائی:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ: 13

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ متقی ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔

عام معافی کا اِعلان:

اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ تو قریش مکہ بیک زبان بول اٹھے: آپ کریم بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

کہ آج تم پر کوئی عتاب نہیں۔

پھر حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں، اذان ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

معافی سے مستثنیٰ چند افراد:

عام اہل مکہ کو تو معافی مل گئی البتہ چند ایک کو اس معافی سے دور رکھا گیا۔ ان کے بارے میں حکم دیا کہ جہاں بھی ملیں قتل کر دیں۔ مگر ان میں بھی اکثر لوگ اسلام لے آئے اور انہیں بھی معافی دی گئی۔

جن لوگوں کو قتل کیا گیا ان میں چند یہ ہیں:

عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، اور مقیس یا ابن خطل کی ایک لونڈی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہجویہ گیت لکھتی اور گاتی تھی۔ عبداللہ بن خطل کو کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹے ہوئے پایا گیا اور اسے وہیں قتل کر دیا گیا۔

جن لوگوں کو بعد میں معافی مل گئی وہ درج ذیل ہیں:

1: عکرمہ بن ابی جہل اہل اسلام کا سخت دشمن، بالکل اپنے باپ ابو جہل جیسا۔ فتح مکہ کے دن اہل اسلام کے ہیبت کی وجہ سے مکہ سے بھاگ نکلا، ان کی بیوی ام حکیم مسلمان ہو گئیں۔ وہ اپنے شوہر کی تلاش میں نکلیں۔ بالآخر ان

سے ملیں اور کہا: میں ایسے شخص کے پاس سے آئی ہوں جو دنیا بھر کے تمام انسانوں سے زیادہ حلم والا، کرم والا اور صلہ رحمی کرنے والا ہے اور اس نے تجھے امن دے دیا ہے۔ چنانچہ عکرمہ حاضر خدمت ہوئے اور عکرمہ سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن گئے۔

2: صفوان بن امیہ کے بارے بھی حکم تھا کہ جہاں ملے قتل کر دیا جائے۔ یہ مکہ سے جدہ بھاگ گیا، حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے امن کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی اور امن کی علامت کے طور پر اپنا عمامہ مبارکہ جو فتح مکہ کے روز آپ نے باندھا ہوا تھا حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جدہ جا کر صفوان کو امن کی اطلاع دی۔ جدہ سے واپس مکہ آئے، خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے دو مہینوں کا اختیار دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہ کا اختیار دیا بالآخر یہ بھی مسلمان ہو گئے۔

3: عبداللہ بن ابی سَرح بھی انہی لوگوں میں سے تھے جنہیں معافی سے دور رکھا گیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو لے کر حاضر ہوئے اور امن کی درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی۔

4: عبداللہ بن زِبَعریٰ بھی انہی لوگوں میں تھے، بھاگ کر نجران چلے گئے، کچھ عرصہ بعد وہاں سے لوٹ کر واپس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

5: وحشی بن حرب بھی ان لوگوں میں تھے بلکہ انہوں نے غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، فتح مکہ کے دن یہ بھاگ کر طائف چلے گئے، بعد میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلام قبول فرمایا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد مسیلمہ کذاب کو اسی آلے سے قتل کیا جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔

6: ہند بنت عتبہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی اسلام لے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسلام کو بھی قبول فرمایا۔

فتح مکہ کے بعد:

فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کرنا اور راہ خدا میں خرچ کرنا بہت دشوار تھا جبکہ فتح مکہ کے بعد بالخصوص جب

قبائل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے تو یہ دشواری کم ہو گئی، اس لیے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ کا جو اجر تھا فتح مکہ کے بعد کم ہو گیا۔ قرآن کریم میں ہے: تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے مال خرچ کیا اور راہ خدا میں جہاد کیا وہ اور جو فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے والے ہیں دونوں برابر نہیں۔ بلکہ فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے بعد میں خرچ کرنے والوں کی نسبت سے بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

دین اسلام سے وابستہ لوگوں بالخصوص اس کی اشاعت و تحفظ کرنے والوں کے لیے فتح مکہ کے واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اسلام پر عمل کرنے اور اس کے لیے سختیاں برداشت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ضرور سرخرو فرماتے ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ذاتی رنجشیں، قومی، علاقائی اور خاندانی دشمنیاں یہاں تک کہ اپنے جان و مال کے دشمنوں کو اللہ کے دین کے لیے معاف کرنا اسوۂ پیغمبری ہے۔

سریہ سعد بن زید الاشہلی رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری 24 رمضان المبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن زید الاَشہلی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 20 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "مُشَلَّل" نامی جگہ (مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک پہاڑی کا نام ہے) کی طرف مَنات نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بت توڑ ڈالا۔ منات نامی بت کو اوس اور خزرج والے اپنا خدا مانتے تھے۔

سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری 25 رمضان المبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "نخلہ" کی طرف "عُزّیٰ" نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا۔ یہ حضرات گئے اور اسے پاش پاش کر ڈالا۔

سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کی زیر قیادت 350 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو جُذیمہ" (بنو کنانہ کی شاخ) کی طرف بھیجا۔ جنگ ہوئی، کفار کے کچھ لوگ قتل

ہوئے اور کچھ قید۔

اس میں مشہور واقعہ پیش آیا جس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غلط فہمی کی بناء پر چند لوگوں کو قتل کیا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے اپنے مافی الضمیر کو ٹھیک طور پر ادا نہ کیا اور "اَسْلَمْنَا" کے بجائے "صَبَانَا صَبَانَا" کہا کہ ہم اپنے سابقہ دین سے پھر گئے یعنی مسلمان ہو گئے۔ اس کی اطلاع جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر محبوبانہ سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَبْرَاُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ

اے اللہ! میں خالد کے اس عمل سے بری ہوں (میرے حکم پر نہیں ہوا) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہر مقتول کا معاوضہ ادا کیا۔

نوٹ: حدیث مبارک کے الفاظ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے صرف اسی عمل سے براءت کا اظہار کیا ہے۔ خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے نہیں۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاوضہ ادا کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے براءت اختیار نہیں کی۔ اتنے سخت الفاظ سے خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے توسط سے باقی امت کو تنبیہ کرنا مقصود تھی۔

غزوہ حُنَین / ہوازِن:

سن 8 ہجری ماہ شوال المکرم کی 6 تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم "حنین" کی طرف روانہ ہوئے۔ حنین؛ مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو اَوطاس کے قریب ہے۔

غزوہ کا سبب:

مکہ فتح ہوا تو مسلمانوں کو اپنے عزیز و اقارب سے ملنے اور بیت اللہ کی زیارت کا موقع ملا۔ اب مکہ میں اسلام اور مسلمان کسی کے زیر اثر نہیں تھے۔ بہت سے قبائل جو اس بات کے انتظار میں تھے کہ قریش اور اہل اسلام کی لڑائی میں کون غالب آتا ہے اور کون مغلوب ہوتا ہے، اگر اہل اسلام غالب آ گئے تو یقینی طور پر وہ سچے ہیں، اللہ نے

ان کی مدد و نصرت کی ہے۔ اب انہی قبائل کے لیے قبول اسلام کی راہ ہموار ہوئی، دور دراز سے قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے۔

لیکن بعض طاقتور اور متکبر قبائل ابھی تک ضد کا شکار تھے۔ ان میں قبیلہ ہوازن اور قبیلہ ثَقِیف سر فہرست تھے۔ ان کے ساتھ مُضَر، جُشَم اور سعد بن بکر کے قبائل اور بنو ہلال کے کچھ لوگ بھی تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ قریش کے بعد کہیں اب ہماری باری نہ ہو تو انہوں نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ اس سے پہلے کہ مسلمان ہماری طرف پیش قدمی کریں ہم خود ان پر حملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے 4000 جنگجوؤں کا لشکر تیار ہوا۔ بچے اور عورتیں ملا کر کل 24000 افراد تھے۔

مالک بن عوف کا خطاب:

ہوازن کے سردار مالک بن عوف (بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کو لڑائی پر اُبھارنے کے لیے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں سے لڑائی لڑی ہے جو جنگجو نہیں تھے بلکہ اناڑی تھے۔ اگر ہم سے لڑیں گے تو ان کو سمجھ آ جائے گی۔

دُرَید بن صِمَّہ جُشمی کا مشورہ:

جب یہ لوگ مشورہ کے لیے مالک بن عوف کے پاس جمع ہوئے، اسی دوران قبیلہ جُشَم کے ایک بوڑھے شخص دُرَید بن صِمّہ کو لایا گیا۔ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے جنگی تجربات میں مہارت رکھتا تھا اور اپنے وقت کا بہت بڑا پہلوان، بہادر اور ماہر جنگجو تھا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ اوطاس ہے۔ اس نے کہا کہ یہ جگہ لڑائی کے لیے بہت مناسب ہے، نہ زیادہ سخت نہ زیادہ نرم، بالکل درمیانی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے یہاں مال مویشی بکریوں اونٹوں گدھوں کی چیخ اور بچوں عورتوں کی پکار سنائی دے رہی ہے۔ ان سب کو میدان جنگ میں نہیں لانا تھا بلکہ ان کو محفوظ مقام پر چھوڑ کر آنا تھا۔ اس پر مالک بن عوف نے کہا کہ ان کو لانے کا مقصد یہ تھا کہ سب اپنے اپنے مال اور اولاد کی حفاظت کے لیے لڑیں اور پیچھے نہ ہٹیں۔ درید کہتا رہا کہ عورتوں بچوں کو ساتھ نہیں لانا چاہیے لیکن مالک بن عوف نے اس کی ایک نہ سنی۔

صورتحال کی آگاہی:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لشکر کی خبر موصول ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو دشمن کے لشکر کا جائزہ لینے کے لیے روانہ فرمایا اور اس کی مکمل تحقیق کا حکم فرمایا۔ انہوں نے آکر اس کی مکمل تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ کی تیاری شروع فرمادی۔

سرسبز بیری کا درخت:

حنین جاتے ہوئے راستے میں بیر کا ایک بہت بڑا سرسبز درخت نظر آیا جس پر عرب جاہلیت میں تلواریں لٹکاتے اور اس کے قریب قربانی کیا کرتے تھے۔ وہاں سالانہ میلہ بھی لگتا تھا اور اس کو ذاتِ نواط کہتے، بعض لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر ہمارے لیے بھی ایک ذاتِ نواط بنایا جائے تو کتنا ہی اچھا ہو۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ ہو کر فرمایا کہ خبردار! تم تو اسی قوم کی بات کر رہے ہو جس نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک معبود بنادیں جیسا کہ ان کا ہے، تم ضرور ان کے نقش قدم پر چلو گے۔

فائدہ: آج بھی بہت سارے لوگ مختلف درختوں بالخصوص کسی بزرگ کے مزار کے قریب کسی درخت پر منتیں مانتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہاں کپڑا وغیرہ باندھنے سے ہمارا کام ہو جائے گا۔ یہ سراسر جہالت ہے۔

لشکر اسلام کی تعداد:

لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ دس ہزار تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو مکہ مکرمہ کی فتح کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار وہ تھے جو فتح مکہ کے موقع پر مکہ اور اطرافِ مکہ میں سے مسلمان ہوئے تھے تو وہ بھی ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ مجاہدین کا لشکر تھا۔

لشکر اسلام میں بعض غیر مسلموں کی شرکت:

ان کے ساتھ مکہ کے بعض وہ لوگ بھی شامل ہو گئے جن کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف پرانی نفرتیں اور کدورتیں تھیں۔ غزوہ بدر میں ان کے کچھ آدمی مارے گئے تھے اور کسی کے غزوہ احد میں مارے گئے تھے۔ تو

انہوں نے سوچا کہ ہم بھی ساتھ چلتے ہیں۔ اگر وہ مسلمانوں پر غالب آ گئے تو ہم بھی اپنے ہاتھ صاف کر لیں گے اور اگر یہ مسلمان اُن پر غالب آ گئے تو مالِ غنیمت میں سے ہمیں بھی مال ملے گا۔

کثرت پر نگاہ کی وجہ سے محبوبانہ عتاب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آگے بڑھے۔ ان کی تعداد 12000 تھی اور مقابلے میں کفار (کے جنگجوؤں) کی تعداد 4000 تھی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں ایک بات آ گئی کہ جب ہم بدر میں 313 تھے تو غالب آ گئے تھے، اُس وقت تیر اور تلواریں تھوڑی تھیں، اب تو اسلحہ بہت زیادہ ہے اور تعداد بھی بہت زیادہ، آج تو ہم کسی سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ اس پر محبوبانہ عتاب نازل ہوا جس کے نتیجے میں ابتداءً لشکرِ اسلام منتشر ہو گیا۔

لشکرِ اسلام حنین میں اترا:

حسبِ عادت مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر کو ترتیب دے کر ان کو پرچم عنایت فرما کر روانہ ہوئے اور دشمن کے لشکر کی بالکل خبر نہ تھی کہ وہ اس وقت ہمارے انتظار میں تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ انتہائی اطمینان سے مسلمان جب حنین میں اترے تو ہر طرف سے دروں اور وادیوں میں چھپے ہوئے ہوازن اور ثقیف نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی جو کہ اچانک بھی تھی اور مسلسل بھی جس کے نتیجے میں مسلمان اچانک حملہ سے گھبر اگئے اور سارا لشکر اسلام بکھر گیا اور بھگدڑ مچ گئی۔۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس پلٹے:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت بلند تھی۔ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عباس! آواز لگاؤ اور انصارِ مدینہ سے کہو کہ تم کدھر ہو؟ تم نے میرے ساتھ مرنے اور جینے کا وعدہ کر لیا تھا! حدیبیہ والوں کو آواز لگاؤ کہ تم نے میرے ہاتھ پر موت کا وعدہ کیا تھا! فلاں قبیلے کو آواز لگاؤ! حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا۔ ایسی صورتحال تھی کہ اونٹ کو موڑ کر آواز کی جانب لانا مشکل تھا۔ لہٰذا زرہ پہنے ہوئے اصحاب نے تلوار اور ڈھال پکڑی اور اونٹوں سے چھلانگ لگا دی اور آواز کی جانب لپکے۔ جب نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کافی تعداد جمع ہو گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ قتال شروع فرمادیا۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب:

اسی دوران ایک وقت ایسا بھی آیا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت صحیحین (صحیح البخاری اور صحیح مسلم) میں موجود ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے جس کی لگام حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے پکڑی ہوئی تھی۔

فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ قَالَ: فَمَا رُئِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ أَشَدُّ مِنْهُ

جب مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے گھیر لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے نیچے اترے اور للکار کر فرمانے لگے: میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں! میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی اور کو دلیر اور بہادر نہیں دیکھا گیا۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہاں سے ایک مسئلہ نکالا ہے کہ عام حالات میں آدمی کو اپنی قومیت کے نعرے لگانے تو جائز نہیں لیکن میدانِ جنگ میں قومیت کا نعرہ لگائے تو جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ میں عام بندہ نہیں ہوں بلکہ قریش کے سردار عبد المطلب کی اولاد ہوں۔

اہل اسلام کی فتح:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واپس لوٹتے ہی تھوڑی دیر میں جنگ کا پانسا پلٹ گیا، اہل اسلام کو فتح اور کفر کو شکست فاش ہوئی۔ بنو ثقیف کے 70 افراد مارے گئے ان کی عورتوں کو باندیاں بنالیا گیا اور بچوں کو غلام۔ ان کے مویشیوں کو مال غنیمت بنالیا گیا۔ شکست کے بعد دشمن کے کچھ لوگ اوطاس، کچھ طائف اور کچھ مقام نخلہ کی طرف بھاگ نکلے۔

کثیر مالِ غنیمت:

اس غزوہ میں دشمن کے 6000 افراد قیدی بنے، 24000 اونٹ، 40000 بکریاں اور چار ہزار اُوقیہ

چاندی (یعنی ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم) مال غنیمت میں آئی۔

سریہ ابو عامر عبید اشعری رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ شوال میں غزوہ حنین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عامر عبید اشعری رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کفار کے تعاقب میں "اوطاس" بھیجا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستے کے ساتھ ابو عامر رضی اللہ عنہ کو وادی اوطاس کی طرف بھیجا۔ اس معرکہ میں دُرَید ابن الصِمّہ سے مقابلہ ہوا۔ دُرَید قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو شکست دے دی۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی بھیجا تھا۔ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر آ کر لگا۔ بنی جُشَم کے ایک شخص نے ان پر تیر مارا تھا اور ان کے گھٹنے میں اتار دیا تھا۔ میں ان کے پاس پہنچا اور کہا: چچا! یہ تیر کس نے آپ کو مارا ہے؟ انہوں نے اشارے سے بتایا کہ فلاں جشمی نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے، اسی نے مجھے نشانہ بنایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اس کی طرف لپکا اور اس کے قریب پہنچ گیا لیکن جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ بھاگ پڑا میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں یہ کہتا جاتا تھا، ارے بے شرم! تو مقابلے میں ثابت قدم نہیں رہتا۔ آخر وہ رک گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواروں سے وار کیے۔ میں نے اسے قتل کر دیا اور ابو عامر رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ آپ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کو اللہ نے مار ڈالا۔

انہوں نے فرمایا کہ آپ (میرے گھٹنے سے) تیر نکال لیں، میں نے جب تیر نکالا تو اس سے (خون کی آمیزش والا) پانی جاری ہو گیا۔ پھر انہوں نے فرمایا: بھتیجے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں! ابو عامر رضی اللہ عنہ نے لوگوں پر مجھے اپنا نائب بنا دیا۔ اس کے بعد وہ تھوڑی دیر اور زندہ رہے اور شہادت پائی۔ میں واپس ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ اپنے گھر میں بان (مونج کی رسی) سے بُنی ہوئی ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے۔

اس پر کوئی بستر بچھا ہوا نہیں تھا اور بانوں کے نشانات آپ کی پیٹھ اور پہلو مبارک پر پڑ گئے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اور ابو عامر رضی اللہ عنہ کے واقعات بیان کیے اور یہ کہ انہوں نے دعا مغفرت کے

لیے درخواست کی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! عبید ابو عامر کی مغفرت فرما۔ (جب آپ دعا کر رہے تھے) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل کی سفیدی دیکھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! قیامت کے دن ابو عامر کو اپنی بہت سی مخلوق سے بلند تر درجہ عطا فرما۔ میں نے عرض کی: میرے لیے بھی اللہ سے مغفرت کی دعا فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! عبد اللہ بن قیس ابو موسیٰ کے گناہوں کو بھی معاف فرما اور قیامت کے دن اچھا مقام عطا فرما۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دعا ابو عامر رضی اللہ عنہ کے لیے تھی اور دوسری ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے۔

فائدہ: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی جائز ہے اور بغیر ہاتھ اٹھائے مانگنا بھی جائز ہے۔ یہی راہِ اعتدال ہے۔

سریہ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ شوال میں حنین کے بعد طائف سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو دَوس کے بُت "ذوا لکفین" کو توڑنے کے لیے بھیجا۔ ان حضرات نے بت توڑ کر جلا دیا اور طائف سے چار دن بعد واپس لوٹے۔

غزوہ طائف:

دوسری طرف مالک بن عوف جو میدان سے فرار ہو کر ایک اور جگہ چھپ گیا تھا وہاں اس کے پاس کچھ اور ساتھی بھی جا پہنچے۔ ایک بڑا گروہ جو شکست کھا کر بھاگا تھا اس نے طائف کا رخ کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کرا کے حضرت مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں دے دیا اور خود طائف کی طرف تشریف لے گئے اور جب تک طائف سے فارغ نہ ہو گئے اسے تقسیم نہ فرمایا۔

مالک بن عوف اپنے گروہ کے ہمراہ طائف پہنچ کر قلعہ میں محفوظ ہو چکا تھا اور لمبے عرصے کے لیے کھانے پینے کے سامان اور راشن کا انتظام کر رکھا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف پہنچ کر ان کا محاصرہ کیا۔ لشکر اسلام نے قلعہ شکن آلات حرب کا استعمال شروع کیا، منجنیق کو کام میں لایا گیا، لیکن ان لوگوں نے آگ میں لوہے کی

سلاخیں گرم کر کے نیچے پھینکنا شروع کیں جس کی وجہ سے مسلمان مزید پیش قدمی نہ کر سکے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو آمنے سامنے مقابلے کے لیے دعوت دی لیکن وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس سال بھر کا راشن موجود ہے، خواہ مخواہ مرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب یہ راشن ختم ہو گا تب تلواریں لے کر نیچے اتریں گے، اور تم سے دست بدست مقابلہ بھی کریں گے۔

بالآخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغات کٹوانے کا حکم دیا تو وہ لوگ رونے لگے اور اللہ کے اور اپنی رشتہ داریوں کے واسطے دینے لگے، فریادیں کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اگر کوئی غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آ جائے گا وہ آزاد۔ اس اعلان کو سن کر تقریباً 23 غلام اتر آئے۔ انہی میں حضرت ابو بکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور آپ آخری وہ شخص ہیں جو اعلان سن کر قلعے سے نیچے اترے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ شریک ہوئے، میدان کارزار میں خوب داد شجاعت دی، جنگ کے دوران سعید بن عبید الثقفی نے نشانہ لگا کر آپ کو تیر مارا، وہ سیدھا آپ کی آنکھ میں لگا جس سے آپ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ ڈھیلا اٹھائے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں اور آنکھ درست ہو جائے گی اگر آپ صبر کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت عطا فرمائیں گے۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں صبر کرتا ہوں، مجھے جنت چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک مبارک خواب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ ایک پیالہ میں دودھ ہے اور میرے سامنے ہے۔ اچانک اس میں ایک مرغ نے چونچ لگائی اور وہ دودھ گر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس کی تعبیر دینے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کی یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور صحابی معاویہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ لومڑی اپنی بھٹ میں ہے، جب چاہیں پکڑ لیں اور اگر چھوڑ دیں تو بھی آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں

دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور کچھ عرصہ کے بعد یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور طائف فتح ہو گیا۔

وفود کا سلسلہ:

فتح مکہ کے بعد ایک سال کے اندر اندر اس کے مثبت اثرات اور نتائج یہ مرتب ہوئے کہ تقریباً عرب کے تمام قبائل وفود کی صورت میں یا ان کے نمائندے حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اسی لیے اس سال کو "سنۃ الوفود" کہا جاتا ہے۔ جب کوئی وفد آپ کی خدمت میں آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اچھا اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی اس کا حکم فرماتے۔ چند وفود کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

وفدِ ہَوازِن:

سن 8 ہجری غزوہ طائف سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت "جِعْرَانَہ" کے مقام میں تھے کہ قبیلہ ہوازن کا وفد اپنا مال اور قیدی چھڑانے آیا، یہ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے کے لوگ تھے۔

وفد کے سردار زُہَیْر بن صُرَد نے عرض کی: یارسول اللہ! ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں اور رضاعی پھوپھیاں بھی شامل ہیں۔ ہمیں آپ سے بہت امید ہے آپ سب سے بہتر اور افضل انسان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے آنے میں تاخیر کر دی اب تو مالِ غنیمت تقسیم ہو چکا ہے۔ اب دو ہی راستے ہیں: اپنا مال لے لو یا اہل و عیال کو چھڑا لو۔ انہوں نے کہا: ہمیں اہل و عیال عزیز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنا حصہ تمہیں دیا اور باقی مسلمانوں سے تمہاری سفارش کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اسی طرح یہ وفد 6000 عورتوں اور بچوں کو لے کر واپس گیا۔

سریہ قیس بن اسد رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن اسد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قناہ کی طرف بھیجا اور یہ بھی فرمایا کہ یمن کے قبیلہ "صُداء" سے گزر کر جائیں۔ زیاد

بن حارث صُدائی کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ لشکر کو واپس بلالیں۔ میں اپنی قوم کے اسلام کا ذمہ دار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن اسد رضی اللہ عنہ کو واپس بلالیا۔

وفد صُداء:

سن 8 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں زیاد بن حارث صُدائی اپنے قبیلے کے 15 آدمیوں کا وفد لے کر حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول فرمالیا اور واپس جا کر تمام قبیلے والوں کو مسلمان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری قوم تو تیری بہت مطیع ہے۔ کہا کہ یہ اللہ کا احسان ہے جس نے اسلام کی ہدایت دی۔ یہ وہی زیاد بن حارث صدائی ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی کہ آپ حضرت قیس بن اسد رضی اللہ عنہ کو واپس بلالیں میں اپنے قبیلے کے اسلام کا ذمہ دار ہوں۔

سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یمن کے قبیلہ "ہمدان" کی طرف بھیجا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ انہی لوگوں کی طرف اپنا خط مبارک دے کر بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پڑھ کر سنایا جسے سن کر سارے قبیلے والے مسلمان ہو گئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ
وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ

مشق نمبر 13

مختصر جواب دیں:

1. کس موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا لقب ملا؟
2. بنو بکر کس کا حلیف قبیلہ تھا؟
3. بنو خزاعہ کے قتل کے بعد قریش کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی تین صورتیں پیش کیں؟
4. قریش نے کون سی شق کو اختیار کیا؟
5. کعبہ میں کتنے بت رکھے گئے تھے؟
6. کس تاریخ اور کس پانی سے بیت اللہ کو غسل دیا گیا؟
7. سنۃ الوفود کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟
8. خزرج والے کس بت کو اپنا خدا مانتے تھے؟
9. حنین کے موقع پر لشکر اسلام کی تعداد کیا تھی؟

خالی جگہ پر کریں:

1. شاہ روم ہرقل کا لشکر............افراد پر مشتمل تھا۔
2. حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو............نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا گیا۔
3. سن............ہجری ماہ............میں مکہ فتح ہوا۔
4. فتح مکہ کے موقع پر اعلان ہوا: جو شخص............کے گھر میں داخل ہو گا اسے امن ہے۔
5. حنین............اور............کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو اوطاس کے قریب ہے۔
6. حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو دوس کے بت............کو توڑنے کے لیے بھیجا گیا۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لقب ہے:

ضیف اللہ ضیف الاسلام سیف اللہ

2: فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تھی:

آٹھ ہزار دس ہزار بارہ ہزار

3: بیت اللہ میں بت رکھے ہوئے تھے:

تین سو بیس تین سو پچاس تین سو ساٹھ

4: غزوہ حنین میں مارے جانے والے کافروں کی تعداد:

پچاس ستر اَسّی

5: وفد صداء کے مسلمان ہونے والے آدمیوں کی تعداد:

پندرہ بیس پچیس

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

سن 9ہجری

خاتم النبیین ﷺ کا آخری غزوہ؛ غزوہ تبوک، موزوں پر مسح کا حکم

لِعان کا حکم، مسیلمہ کذاب کی چند نحوستیں، دعوت مُباہلہ، عہد نامہ

سریہ عُیینہ بن حصن الفزاری رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ محرم الحرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُیَینہ بن حِصن الفَزاری رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 50 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو تمیم کی "سُقُیاء" نامی جگہ کی طرف بھیجا۔ کفار سے مقابلہ ہوا اور 11 مرد، 21 عورتیں اور 23 بچے قید کر کے لائے۔

سریہ عبد اللہ بن عَوسَجہ رضی اللہ عنہ:

9 ہجری یکم صفر المظفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عَوسَجہ رضی اللہ عنہ کو "بنو حارثہ" کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کی لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بد دعا کی۔ ان پر رَعشہ اور بد حواسی کی آفت آن پڑی۔ ان کا کلام بے عقل آدمیوں کے کلام جیسا ہوتا تھا۔

سریہ قُطبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ:

سن 9 ہجری ماہ صفر المظفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قُطبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بِیشہ" نامی جگہ کی طرف بھیجا۔ جنگ ہوئی اور یہ حضرات غنیمت کے طور پر اونٹ، بکریاں اور عورتیں لے کر آئے۔ خُمس نکالنے کے بعد باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔

سریہ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو کلاب کے قبیلہ "قُرَطاء" کی طرف بھیجا۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے ان کو پہلے اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول نہ کی۔ بالآخر مقابلہ ہوا اور کفار کو شکست ہوئی۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ صحیح سالم مالِ غنیمت لے کر واپس لوٹے۔

سریہ علقمہ بن مُجَزَّز مُدلجی رضی اللہ عنہ:

سن 9 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علقمہ بن مجزز مُدلجی رضی اللہ عنہ کی زیر

قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "جدہ" کے ساحل کی طرف بھیجا جہاں حبشہ کے کچھ لوگ رہائش پذیر تھے۔ ان حضرات کی خبر سن کر وہ لوگ وہاں سے فرار ہو گئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

سن 9 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 150 یا 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بنو طئی" کے "فُلْس" نامی بت کو توڑنے کے لیے بھیجا۔ ان حضرات نے وہاں پہنچ کر بت کو توڑا اور غنیمت کے طور پر اونٹ، بکریاں اور دیگر قیمتی ساز و سامان لے کر آئے۔ اس سامان میں دو تلواریں تھیں جن کے نام "مِخْذَم" اور "الرَّسُوْب" تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تلواریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔

ان قیدیوں میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سَفَّانہ بنت حاتم طائی بھی تھیں جو بعد میں مسلمان ہو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدیوں کو بغیر کسی معاوضہ کے رہا کر دیا۔ حضرت سَفَّانہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عدی بن حاتم (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے اور فرار ہو گئے تھے) کو اپنے اسلام لانے کی خبر دی۔ چنانچہ وہ بھی 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحابیِ رسول بن گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

غزوہ تبوک:

سن 9 ہجری ماہ رجب المرجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے شام کی طرف تقریباً 670 کلومیٹر کے فاصلے پر "تبوک" تشریف لے گئے۔ تبوک ایک چشمہ یا پہاڑی کا نام ہے۔ اس کے قریب والے علاقے کو بھی تبوک کہہ دیا جاتا ہے۔

غزوہ کا سبب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ قیصر روم کے حکم سے قبیلہ غسان جو کہ عیسائی ہیں، مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ یہ اطلاع ان لوگوں نے آ کر دی جو زیتون لینے کے لیے روم گئے تھے۔ واپسی پر انہوں نے

مدینہ منورہ یہ خبر پہنچائی کہ رومیوں نے بہت بڑی فوج اکٹھی کر لی ہے جس میں غسان عرب اور رومی بہت بڑی تعداد میں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ خوب تیاری کی جائے۔

تنگی کا زمانہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثاری:

یہ سخت تنگی کا زمانہ تھا، پھل پک چکے تھے اور عرب کا سارا دار و مدار کھجور کی فصل پر ہوتا تھا اس لیے مسلمانوں کے لیے بہت مشکل تھا اسی لیے اس غزوہ کو "غزوہ ذات العسرۃ" بھی کہا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے مالی تعاون کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارے کا سارا مال اللہ کے نام پر پیش کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کل مال کا آدھا پیش خدمت کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر بہت مال دیا۔ چنانچہ 10000 دینار، 900 اونٹ مع ساز و سامان، 100 گھوڑے اور دیگر بے شمار سامان سفر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں آپ بھی اس سے راضی ہو جائیں۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار دراہم پیش کیے جو ان کے کل مال کا نصف بنتا تھا۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے 60 وسق (7830 کلو گرام) کھجور پیش کی۔ خواتین نے اپنے زیورات؛ سونے چاندی کے کنگن، بالیاں، انگوٹھیاں، بازو بند وغیرہ اتار اتار کر پیش کیے۔ حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے ایک صاع (تین کلو، ایک سو انچاس گرام، دو سو اسی ملی گرام) کھجور حاضر خدمت کی۔ الغرض جس کی جتنی وسعت تھی اس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، کسی نے کم تو کسی نے زیادہ لیکن منافقین نے ان دونوں پر فقرے کسے، زیادہ دینے والوں کو ریاکار کہا جبکہ کم دینے والوں کو یہ طعنہ دیا کہ اتنا مال دیے بغیر تو جہاد ہی نہ ہوتا۔

تنگدست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت:

چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مالی طور پر تنگدست تھے، اس موقع پر ان کے پاس اپنی سواریاں موجود نہیں تھیں، اِن کی تعداد 7 تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریاں مانگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت سواریاں موجود نہیں تھیں اس لیے آپ انہیں نہ دے سکے اور وہ روتے ہوئے واپس ہوئے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ

سورۃ التوبہ، رقم الآیۃ: 93

ترجمہ: اور ان لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوئے کہ آپ انہیں کوئی سواری دے دیں۔ آپ نے فرمادیا کہ میرے پاس تو ایسا کچھ نہیں جس پر تمہیں سوار کرسکوں۔ چنانچہ وہ اس حال میں واپس گئے کہ اس رنج میں ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوستوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریاں لے کر آؤں۔ میں حاضر ہوا، عرض کی کہ سواریاں چاہییں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (فی الحال) نہیں ہیں۔ میں غمگین واپس ہوا، تھوڑی دیر بعد (جب کہیں سے ان کا انتظام ہوگیا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے میرا نام لے کر آواز لگائی کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمارہے ہیں، میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سواریاں عطا فرمائیں، یہ حضرات بھی شریک ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور خود تیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر تبوک روانہ ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی طرف تشریف لے جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! آپ مدینہ میں رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! کیا آپ اس بات پہ راضی نہیں کہ آپ کا تعلق مجھ سے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام اللہ کے نبی تھے) لیکن میرے بعد (کسی طرح کا) کوئی (نیا) نبی پیدا نہیں ہوگا۔

مذکورہ روایت کو دیکھ کر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو

اپنا نائب قرار دیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلا فصل خلیفہ تھے لیکن حضرات خلفاء ثلاثہ (حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) نے اسے غصب کر لیا۔

اس حوالے سے پہلی بات یہ سمجھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مدینہ منورہ سے باہر کسی غزوہ کے لیے تشریف لے جاتے تو مدینہ میں کسی صحابی کو قائم مقام حاکم بناتے لیکن قائم مقام حاکم بنانا خلافت کی دلیل نہیں چہ جائیکہ خلافت بلافصل کی دلیل مانی جائے۔ اگر بالفرض قائم مقام حاکم بنانا ہی خلافت کی دلیل ہے تو پھر ایسی خلافت میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکیلے نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت شامل ہے جس کا تذکرہ ہم غزوات کے ذیل میں کر چکے ہیں۔

دوسری بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تعلق کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تعلق جیسا بتایا ہے لیکن اس سے خلافت بلا فصل کا نظریہ سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جانشین بنے ہی نہیں اس لیے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہو چکی تھی۔

اصل بات یہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام حاکم بنایا تو کچھ منافقوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر فقرے کسنے شروع کیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناگواری وناراضگی کی وجہ سے آپ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر گئے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ حاضر ہوئے اور رو کر عرض کی: کچھ لوگ مجھے طعنے دے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے لیے اس طرح ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے۔ یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے جاتے وقت اپنے قابل اعتماد بھائی کو کچھ وقت کے لیے اپنا نائب اور اپنے اہل وعیال کا نگران بنا کر گئے تھے میں بھی اسی طرح کچھ وقت کے لیے تمہیں اپنا نائب اور اپنے اہل وعیال کا نگران بنا کر جا رہا ہوں۔

اس موقع پر جو پیچھے رہ گئے، وہ دو طرح کے لوگ تھے:

1... مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: ان کی تعداد 3 تھی (حضرت کعب بن مالک، حضرت مُرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم) انہوں نے یہ سوچ کر کہ ہمارے پاس تیز رفتار سواریاں ہیں ہم کچھ دن بعد بھی جائیں تو قافلے کے

ساتھ مل جائیں گے لیکن آج کل کرتے کرتے رہ ہی گئے۔ یہ اپنی نیت میں مخلص اور سچے تھے۔ محبوبانہ تنبیہ کے بعد اللہ کے حضور ان کی معافی کو قبول کر لیا گیا۔ رضی اللہ عنہم

2... منافقین: جنہوں نے جھوٹی قسمیں اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلانے کی کوشش کی، ان کی تعداد 82 تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم 30000 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر (جس میں 10000 گھڑ سوار تھے) کو ساتھ لے کر تبوک پہنچے تو معلوم ہوا کہ رومیوں اور غسانیوں کے حملہ کرنے والی بات درست نہیں تھی بلکہ محض افواہ تھی۔ بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب ہرقل شاہ روم کو مسلمانوں کے اتنے بڑے لشکر کا علم ہوا تو وہ مرعوب ہوا اور مقابلہ پر نہیں آیا۔ واللہ اعلم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن قیام فرمایا اور اس کے بعد واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

غزوہ تبوک میں رونما ہونے والے چند معجزات:

1: اس سفر میں اہل اسلام کے لشکر کا گزر حضرت صالح علیہ السلام کے علاقے "حجرِ ثمود" سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کا پانی استعمال کرنے سے منع فرما دیا۔ رات اسی حال میں گزری، صبح کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی: پانی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اسی وقت بادل کی ٹکڑی آئی، صرف وہاں تک برسی جہاں تک لشکرِ اسلام پھیلا ہوا تھا، ارد گرد میں بارش نہ ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود پیا، وضو کیا، برتن بھر لیے، مویشیوں کو پلایا۔ اس کے بعد وہ بادل غائب ہو گیا۔

2: حجر ثمود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اونٹوں کو باندھے بغیر نہیں چھوڑنا اور رات کو کسی ساتھی کے بغیر اکیلے نہیں نکلنا، بنو ساعدہ کے دو آدمی (جنہیں شاید یہ بات بھول گئی تھی) ان میں سے ایک شخص رات کے وقت قضائے حاجت کے لیے اکیلے باہر نکلے۔ انہیں شدید کھانسی (خناق) کی بیماری لگ گئی۔ دوسرے شخص کا اونٹ گم ہو گیا۔ وہ اسے تلاش کرنے کے لیے نکلے تو تیز آندھی نے انہیں قبیلہ طے کے پہاڑوں پر پھینک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں نے تمہیں اس طرح نکلنے سے منع کیا تھا۔ خناق والے شخص کو حاضر

خدمت کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرے پر ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ بھلا چنگا ہو گیا اور جو قبیلہ طے کے پہاڑوں میں جا گرے تھے، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ واپس پہنچنے کے بعد قبیلہ بنو طے کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

3: اس سفر میں ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصواء گم ہو گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے تلاش کیا لیکن نہ ملی، ایک منافق نے کہا: محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آسمان کی خبر تو آتی ہے لیکن اپنی اونٹنی کی خبر نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محض وہی بات جانتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ اس کی رسی فلاں درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا انہوں نے اونٹنی کو اسی حالت میں پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔

4: اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک سانپ نمودار ہوا، کچھ دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھن پھلائے کھڑا رہا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس سانپ کے بارے میں آپ لوگ کیا جانتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان جنات میں سے ہے جو مکہ میں میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے، یہ سانپ مجھے سلام کرنے کی غرض سے آیا تھا اور آپ لوگوں کو بھی سلام کہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا جواب دیا۔

5: اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہمارے تھیلے سے کھجوریں لے آؤ! حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھجور کا تھیلا لائے اور ساری کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کا حکم دیا۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھائیں لیکن تھیلے میں جتنی کھجوریں پہلے تھیں اتنی ہی باقی رہیں۔

6: اس سفر میں پانی کے ایک چشمے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی جس کی وجہ سے وہ ابلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تمہیں لمبی زندگی نصیب ہوئی تو تم اس پانی سے باغات کو سیراب ہوتے ہوئے دیکھو گے۔

7: اس سفر میں ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس کھانا ختم ہو گیا، البتہ کسی کسی کے پاس تھوڑا بہت موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صورتحال عرض کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستر خوان لگانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جس کے پاس کھانے کی جو چیز موجود ہے وہ دستر خوان پر رکھ دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے پاس ایک مٹھی جَو، کسی کے پاس مٹھی بھر کھجور، کسی کے پاس روٹی کے چند ٹکڑے تھے۔ سب کو جمع کیا گیا تو تقریباً 36 سیر کے برابر وزن ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، دو رکعات نماز نفل ادا کی اور اس کھانے پر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کا حکم دیا۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا لیکن کھانا راشن پھر بھی بچ گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانے کے برتن اس سے بھر لیے، بوریاں بھر لیں۔

8: اس سفر میں ابھی آپ تبوک میں تھے کہ مدینہ منورہ میں حضرت معاویہ بن معاویہ اللیثی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے اعزاز کے طور پر ان کی نماز جنازہ کے لیے 70 ہزار فرشتے نازل فرما دیے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے سورۃ اخلاص کی تلاوت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان کی نماز جنازہ کے لیے صفیں بناؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صفیں بنائیں اور فرشتوں نے بھی دو صفیں بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تبوک اور مدینہ کے درمیان حائل پہاڑ، ٹیلے اور درخت وغیرہ سب ہٹا دیے یہاں تک کہ جنازہ کے دوران حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی میت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آ رہی تھی۔

سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ رجب المرجب میں تبوک کے قیام کے دوران ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر (جس کی تعداد 420 تھی) "اُکَیدِر بن آکدر نصرانی" کی طرف بھیجا۔ یہ وہاں پہنچے تو اُکیدر نے درج ذیل چیزوں پر صلح کی پیشکش کی جو قبول کر لی گئی:

2000 اونٹ، 800 گھوڑے، 400 زرہیں، 400 نیزے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اُکیدر اور اس کے بھائی مُصاد کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امان دی اور عزت واحترام کے ساتھ واپس فرمایا۔

موزوں پر مسح کا حکم:

سن 9 ہجری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے سفر میں تھے اس وقت موزوں پر مسح کا حکم نازل ہوا۔
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر (تبوک) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے مغیرہ! پانی والا برتن لے لو۔ میں نے وہ برتن لے لیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ قضائے حاجت کر کے واپس تشریف لائے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شامی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا اور اس کی آستینیں قدرے تنگ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو آستین سے نکالنا شروع کیا تو وہ تنگ پڑ گئیں اس لیے آپ نے ہاتھ کو آستین کے اندر والے حصے سے نکالا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے نماز والا وضو کیا، پھر اپنے موزوں پر بھی مسح کیا، اس کے بعد نماز ادا فرمائی۔
فائدہ: جو لوگ موزوں پر مسح کے قائل نہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آیت وضو (جس میں پاؤں دھونے کا تذکرہ ہے) کی وجہ سے موزوں پر مسح کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ یہ بات سراسر غلط ہے اس لیے کہ آیت وضو سن 5 ہجری میں نازل ہوئی اور موزوں پر مسح کا حکم 9 ہجری میں نازل ہوا۔ بھلا 5 ہجری والی مقدم آیت 9 ہجری والی مؤخر آیت کے لیے کیسے ناسخ بن سکتی ہے؟ ناسخ آیت کے لیے مؤخر ہونا ضروری ہے۔

مسجد ضِرار:

سن 9 ہجری غزوہ تبوک سے کچھ دن پہلے مسجد ضرار بنائی گئی۔ ابو عامر جس نے جنگ احد میں گڑھے کھود دیے تھے ان میں سے ایک گڑھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گر گئے تھے، یہ اہل اسلام کا دشمن تھا۔ ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پیش پیش رہا یہاں تک کہ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ لڑی۔ جب حُنَین میں بنو ہَوازِن کو شکست ہوئی تو ابو عامر روم کی طرف چلا گیا اور وہاں جا کر عیسائی ہو گیا۔

ابو عامر کا منافقین مدینہ کے نام خط:

اس نے مدینہ منورہ کے منافقین کو خط لکھا کہ میں اس کوشش میں ہوں کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر

چڑھائی کر کے مسلمانوں کو ختم کر دے لیکن اس کام کے لیے اندرونی طور پر اس کو تمہاری ضرورت پڑے گی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم مدینہ میں اپنی ایسی جگہ بناؤ جہاں مسلمانوں کے خلاف مشاورت کی جاسکے۔ خفیہ طور پر اسلحہ جمع کیا جاسکے اور میری طرف سے کوئی قاصد وغیرہ آئیں تو ان کو وہاں ٹھہرایا جاسکے۔ میری رائے یہ ہے ایک عمارت بناؤ اور اسے مسجد کا نام دے دو۔

مسجد بنانے والے منافقین:

ابو عامر کے کہنے پر منافقین کی ایک جماعت (خِذام بن خالد، ثَعلَبہ بن حاطب (اسی نام کے ایک بدری صحابی بھی ہیں) مُعتّب بن قُشَیر، ابو حبیبہ بن الاَزعَر، عَبَّاد بن حُنَیف، جَارِیہ بن عامر، مُجَمّعْ بن جاریہ، زید بن جاریہ، نَبْتَل بن حارث، بَحْزَج، بِجَاد بن عثمان اور وَدِیْعَہ بن ثابت) نے مسجد قباء کے قریب ایک مسجد بنائی۔

رسول اللہ ﷺ کو دعوت:

منافقین یہ عمارت بنا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، عرض کی: ہم نے کمزور اور معذور لوگوں کے لیے مسجد بنائی ہے۔ آپ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابھی سفر پر جارہاہوں واپسی پر نماز پڑھاؤں گا۔

سورۃ التوبۃ کی چند آیات کا نزول:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو مقامِ "ذو اَوَان" میں قیام فرمایا۔ اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا کہ ان لوگوں نے اس مسجد کی بنیاد غلط نیت پر رکھی ہے۔ اس مسجد کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی:

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:107

ترجمہ اور کچھ لوگوں نے ایک [نام نہاد] مسجد بنائی ہے تاکہ نقصان پہنچائیں، کفر کریں، اہلِ ایمان میں پھوٹ ڈالیں اور اس شخص کے لیے ایک اڈہ بنائیں جو پہلے سے ہی اللہ اور اس کے رسول سے برسرپیکار ہے۔ اور وہ ضرور

قسمیں کھائیں گے کہ ہماری تو بھلائی کے علاوہ کوئی نیت نہیں تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ پکے جھوٹے ہیں۔

گرانے اور جلانے کا حکم:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن الدُّخْشُم اور مَعْن بن عدی رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ جاؤ اور اس عمارت کو گرا کر آگ لگا دو۔ یہ دونوں حضرات گئے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے لکڑی جلا کر لائے اور اس عمارت کو گرا کر آگ لگا دی، آس پاس کے لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔

وفدِ ہَمدان:

سن 9 ہجری میں قبیلہ ہمدان کا 120 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عمدہ لباس پہنے ہوئے انہوں نے بڑی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بات کی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک درخواست کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ مالک بن نَمَط رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا۔

لِعان کا حکم نازل ہوا:

سن 9 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں حکم لعان نازل ہوا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص (حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ) نے آکر عرض کی: یارسول اللہ! اس کے بارے کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کے پاس اجنبی مرد کو دیکھا کیا وہ اس اجنبی کو قتل کر دے؟ پھر آپ حکمِ قصاص کے مطابق قاتل کو قتل کر دیں گے۔ (ایسے شخص کا معاملہ بہت پیچیدہ ہے) اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیات لعان نازل فرمائیں۔

لِعان، حدِ قذف اور حدِ زنا:

شریعت اسلامیہ میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو میاں بیوی دونوں کو قاضی کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ جہاں قاضی پہلے ان دونوں کو ترغیب و ترہیب سے سمجھائے گا کہ آخرت کا عذاب دنیا کی ان سزاؤں سے زیادہ سخت ہے، اس لیے جھوٹی قسم اٹھانے کے بجائے اصل حقیقت کا اعتراف کر لو۔

اگر بیوی قسم اٹھانے کے بجائے اپنے جرمِ زنا کا اعتراف کرلے تو اس پر زنا کی شرعی سزا جاری کی جائے گی۔ شادی شدہ مرد و عورت کے لیے حدِ زنا رجم یعنی سنگساری ہے۔ اسی طرح اگر شوہر قسم کھانے کے بجائے اپنے الزام لگانے والے جرم کا اعتراف کرلے تو اس پر تہمتِ زنا کی شرعی سزا (حَدِّ قَذف 80 کوڑے) جاری کی جائے گی۔

لیکن اس کے باوجود بھی اگر دونوں قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوں تو پہلے چار مرتبہ شوہر قسم کھا کر گواہی دے گا کہ میں نے اپنی بیوی پر زنا کا جو الزام لگایا ہے میں اپنی اس بات میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر گواہی دے گا کہ اگر میں اپنی بیوی پر زنا والا الزام عائد کرنے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد عورت چار مرتبہ قسم کھا کر گواہی دے کہ میرے شوہر نے مجھ پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس الزام کے عائد کرنے میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر گواہی دے کہ اگر میرا شوہر مجھ پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اگر دونوں قسمیں کھالیں تو کسی پر بھی دنیا میں سزا جاری نہیں ہوگی، البتہ اس کے بعد قاضی دونوں کے درمیان نکاح فسخ کردے گا اور اگر کوئی بچہ پیدا ہوا اور شوہر اسے اپنا بچہ ماننے سے انکار کرے تو وہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا۔

وفدِ بنی مُرَّہ:

سن 9 ہجری میں قبیلہ بنی مرہ کے 13 افراد پر مشتمل حارث بن عوف کی زیر قیادت ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا: ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے سلسلہ نسب کے ایک فرد لُوَئی بن غالب کی اولاد سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا: قحط سالی کی وجہ سے حالات خراب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آدمی کو دس دس اُوقیہ چاندی عطا فرمائی اور حارث بن عوف رضی اللہ عنہ کو 12 اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔

وفدِ بَہُرَاء:

سن 9 ہجری میں یمن کے قبیلہ بہراء سے 13 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے مہمان نوازی کی۔ اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے حَیْس (عرب کی مشہور سوغات) بڑے پیالے میں لاکر ان کے سامنے رکھی۔ انہوں نے خوب سیر ہوکر کھایا،

کھانا پھر بھی بچ گیا۔ پھر کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کھایا اہل بیت کو بھی کھلایا اور پیالہ واپس بھیج دیا۔ جب تک یہ مہمان مقیم رہے اسی پیالے سے سیر ہو کر کھاتے رہے۔ ایک دن مہمان کہنے لگے کہ مدینہ کی خوراک تو عام سی ہوتی ہے مگر ہم کو ہر روز عمدہ کھانے کھلائے جاتے ہیں جو ہم نے کبھی نہیں کھائے ہوتے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی برکت ہے۔

اس سے ان کا ایمان اور یقین مزید بڑھ گیا۔ کچھ دن یہ لوگ احکام و مسائل سیکھتے رہے، پھر جانے کی تیاری کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جاتے وقت تحائف سے نوازا۔

وفدِ بنی حنیفہ:

سن 9 ہجری میں یہ وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا لیکن تکبر کی وجہ سے بارگاہِ رسالت میں نہ آیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شمّاس رضی اللہ عنہ کے ساتھ خود اس کے پاس تشریف لے گئے۔ مسیلمہ نے کہا: اگر آپ مجھے خلافت دے دیں اور اپنا نائب مقرر کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی، فرمایا: اگر تو مجھ سے یہ چھڑی (جیسی معمولی چیز) بھی مانگے تو نہ دوں۔ (خلافت تو بہت بڑی چیز ہے!)

اس کے بعد سن 10 ہجری میں مسیلمہ کذاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا:

مِنْ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلِ اللهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّيْ قَدْ اُشْرِكْتُ فِي الْاَمْرِ مَعَكَ وَاِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ وَلِقُرَيْشٍ نِصْفَ الْاَرْضِ وَلٰكِنَّ قُرَيْشًا قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ

ترجمہ: اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد کی طرف۔ آپ پر سلامتی ہو۔ امابعد! مجھے آپ کے ساتھ امر (نبوت و رسالت) میں شریک کر دیا گیا ہے۔ آدھی سلطنت میری اور باقی آدھی قریش (یعنی آپ) کی۔ لیکن قریش ایسی قوم ہے جو حد سے تجاوز کرنے والی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً خط لکھا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُسَیْلِمَۃَ الْکَذَّابِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

ترجمہ: اللہ کے بابرکت نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔ سلامتی اس پر ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ امابعد! ساری زمین صرف اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے اور نیک انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔

مسیلمہ کذاب کی چند نحوستیں:

مسیلمہ کذاب کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایسا ذلیل فرمایا کہ وہ جو بات کہتا اس کے الٹ کام ہوتا۔ ایک بینا شخص کی آنکھ پر تھوک لگائی تو وہ اندھا ہو گیا۔ ایک بار کنویں میں تھوکا تو اس کا سارا پانی خشک ہو گیا۔ بکری کے تھنوں پر ہاتھ لگایا تو اس کا دودھ خشک ہو گیا۔ ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بری طرح گنجا ہو گیا۔ ایک شخص کے دو بیٹوں کے لیے لمبی عمر کی دعا کی، وہ شخص جب گھر گیا تو ان میں سے ایک کنویں میں گر کر مر گیا جبکہ دوسرے کو بھیڑیے نے کھالیا۔

نوٹ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ان میں ایک مسیلمہ کذاب اور دوسرا اَسود عَنسی ہے۔ اسود عنسی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مارا گیا اور مسیلمہ کذاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قتل ہوا۔

وفد نصاریٰ نَجران:

سن 9 ہجری میں نصاریٰ نجران کا 60 افراد پر مشتمل وفد عبد المسیح عاقب (عبد المسیح نام ہے اور عاقب اس کا لقب) کی قیادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے انتظامی امور سید ایہم (ایہم نام ہے اور سید اس کا لقب) سنبھال رہا تھا۔ ان کا پادری ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ اصل میں نجران کے دو گروہ تھے۔ اُمیین کا اور نصاریٰ کا۔ ان میں سے امیین نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن نصاریٰ نے جزیہ پر صلح کی۔

یہ وفد بڑی شان وشوکت کے ساتھ مدینہ آیا، اپنی عبادت سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اُلوہیت وابنیت مسیح (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا اور خدا کے بیٹا ہونے) پر بات چیت شروع ہوئی۔

وفد نے کہا: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کو مانتے ہو کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کے مشابہ ہونا چاہئے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ خدا کی مثل کوئی نہیں۔

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ - وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

تم اس بات کو بھی مانتے ہو کہ خدا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ ہے۔ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔

وَاَنَّ عِيۡسٰى يَاۡتِىۡ عَلَيۡهِ الۡفَنَاءُ

تم یہ بھی مانتے ہو کہ ہمارا پروردگار قدرت والا، پورے عالَم کا محافظ، نگران اور رازق ہے۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام بھی کسی چیز کے مالک ہیں؟

وفد نے کہا: نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ بھی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جس طرح تخلیق فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کھانے پینے اور بول براز سے پاک ہے اور حضرت مریم صدیقہ عام عورتوں کی طرح حاملہ ہوئیں، عام عورتوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھاتے پیتے اور بول براز بھی کرتے تھے۔

وفد نے کہا: بے شک ایسا ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

حق ان کے سامنے واضح ہو گیا لیکن حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائیں:

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ الۡحَىُّ الۡقَيُّوۡمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَ

اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَ الۡاِنۡجِيۡلَ ﴿۳﴾ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخۡفٰى عَلَيۡهِ شَىۡءٌ فِى الۡاَرۡضِ وَ لَا فِى السَّمَآءِ ﴿۵﴾ هُوَ الَّذِىۡ يُصَوِّرُكُمۡ فِى الۡاَرۡحَامِ كَيۡفَ يَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۶﴾

سورۃ اٰلِ عمران، رقم الآیات: 1 تا 6

ترجمہ: الم - اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمیشہ زندہ ہے، [سارے عالَم کو] قائم رکھنے والا ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتابِ برحق نازل فرمائی جو اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا۔ جو اس سے پہلے والے لوگوں کے لیے ہدایت تھیں اور اب اس نے حق و باطل میں تمیز کرنے والا [قرآن] نازل فرمایا۔ بیشک جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کامل غلبے والا، [برائی کا] بدلہ دینے والا ہے۔ بے شک زمین اور آسمان کی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ وہی تو ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جیسے چاہے تمہاری صورت گری کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ کامل غلبے والا، بڑی حکمت والا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔

وفد نے کہا: ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے مسلمان ہو؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنایا ہوا ہے، صلیب کی پوجا کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو جو نجس العین ہے۔

وفد نے کہا: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں، آپ نے کبھی ان جیسا آدمی دیکھا اور سنا ہے؟

اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائی:

اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۵۹﴾ اَلۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَكُمۡ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۶۱﴾

سورۃ اٰلِ عمران، رقم الآیات: 59 تا 61

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ [علیہ السلام] کی مثال؛ آدم [علیہ السلام] کی مثال جیسی ہے، کہ مٹی سے ان کا جسم بنایا، پھر ان سے فرمایا: ہو جا! تو وہ [زندہ انسان] ہو گئے۔ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق بات ہے، لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔ اب جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحیح علم آجانے کے بعد بھی آپ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بحث کرے تو آپ فرما دیجیے کہ آجاؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں، تم اپنے بیٹوں کو بلا لو اور ہم اپنی خواتین کو بلا لیتے ہیں، تم اپنی خواتین کو بلا لو اور ہم اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں، تم بھی خود کو پیش کر دو؛ پھر ہم سب مل کر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

دعوتِ مباہلہ:

ان آیات کے نزول کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو مباہلہ کی دعوت دی اور مذکورہ آیاتِ کریمہ ان کے سامنے تلاوت فرمائیں۔ انہوں نے آپ سے تین دن کی مہلت مانگی۔ اس دوران وہ یہود بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینُقاع کے پاس اس بارے میں مشورے کے لیے گئے۔ یہود نے بالاتفاق مشورہ دیا کہ آپ صلح کر لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ اور مباہلہ نہ کریں۔

سید ایہم کا مشورہ:

سید ایہم نے قوم سے کہا: خدا کی قسم! میں ان کے ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کے اپنی جگہ سے ٹلنے کی دعا مانگیں تو پہاڑ بھی ٹل جائیں۔ تم اس بات کو خوب جانتے ہو کہ یہ نبی برحق ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ صحیح ہے۔ خدا کی قسم! جس قوم نے بھی اپنے نبی سے مباہلہ کیا وہ ہلاک ہوئے۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ اپنے دین پر رہتے ہوئے صلح کر لو اور واپس چلو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو لے کر میدان میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رُعب ان پر چھا گیا۔

بعض لوگ اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلافصل پر یوں استدلال کرتے ہیں کہ آیت میں اَبۡنَآءَنَا سے مراد حضرات حسنین کریمین اور نِسَآءَنَا سے مراد سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں اور اَنۡفُسَنَا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کے عین (ایک ہی ذات) ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مسلمانوں کے جان ومال میں تصرف کے حق دار ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

اللہ کے نبی مومنوں کے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق دار ہیں۔

اور جو مسلمانوں میں تصرف کا سب سے زیادہ حقدار ہو گا وہی امام اور خلیفہ ہو گا۔

یہاں یہ بات سمجھ لی جائے کہ آیت میں اَنْفُسَنَا سے مراد صرف حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نہیں بلکہ اہلِ ایمان کی جماعت مراد ہے ان میں سے ایک فرد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ جیسا کہ اسی آیت میں وَاَنْفُسَكُمْ مذکور ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب عیسائی ایک دوسرے کے عَین ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک دین اور ایک ملت میں سب شریک ہیں۔ چونکہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو دین، نسب، قرابت اور خاندانی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص تعلق تھا اس لیے لفظ اَنْفُسَنَا کا مصداق قرار دیے گئے ہیں۔

اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عین (ایک ہی ذات) تسلیم کر لیا جائے تو تمام صفات میں برابری لازم آئے گی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی نبی، رسول بلکہ خاتم الانبیاء و المرسلین ماننا پڑے گا۔ العیاذ باللہ۔ جن کی بعثت تمام انس و جن کی طرف ہو، تمام انبیاء و مرسلین کے سردار بھی ہوں، جو کہ قرآن و سنت کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

اس لیے آیت مذکورہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلافصل پر استدلال کرنا سراسر غلط ہے۔

کیا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ایک بیٹی تھی؟

روایات میں ہے کہ دعوت مباہلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹیوں میں سے صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے تھے۔ اس کی بنیاد پر روافض یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی بیٹی تھی، اگر ان کے علاوہ باقی بیٹیاں ہوتیں تو انہیں بھی ساتھ لے کر تشریف لے جاتے۔ اگر بالفرض دوسری بیٹیاں وفات بھی پا چکی تھیں تو ان کے شوہروں کو ہی بلا لیا ہوتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی بیٹی تھی۔

جواب سمجھنے سے پہلے تمہیدی طور پر چند باتیں ضرور سمجھ لینی چاہییں۔

1: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلانا یہ آیت سے نہیں بلکہ روایت سے ثابت ہے۔ اسے استدلال بالروایۃ تو کہہ سکتے ہیں استدلال بالآیۃ نہیں کہہ سکتے۔

2: نصاریٰ نجران کا وفد سن 9 ہجری میں آیا اس بات پر فریقین (اھل السنۃ والجماعۃ اور روافض) متفق ہیں بلکہ روافض کے ہاں تو ایک قول سن 10 ہجری کا بھی موجود ہے۔

3: فریقین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ وفد نصاریٰ نجران کی آمد سے پہلے باقی تین صاحبزادیاں وفات پا چکی تھیں۔ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن 2 ہجری جنگ بدر کے موقع پر۔ سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن 8 ہجری میں اور سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن 9 ہجری ماہ شعبان میں مباہلہ کے واقعہ سے پہلے پہلے۔

4: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی اولاد سمیت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی اولاد سمیت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی اولاد سمیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی اولاد سمیت مباہلہ کے موقع پر ساتھ بلا کر لائے۔

چنانچہ امام عبد الرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 911ھ) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور میں مذکورۃ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

وَأَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِر عَنْ جَعْفَر بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ ﴿تَعَالَوا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا﴾ اَلْاٰيَةَ قَالَ: فَجَاءَ بِأَبِيْ بَكْرٍ وَوَلَدِهٖ وَبِعُمَرَ وَوَلَدِهٖ وَبِعُثْمَانَ وَوَلَدِهٖ وَبِعَلِيٍّ وَوَلَدِهٖ

معلوم ہوا کہ مذکورہ حضرات اور ان کی اولادوں کو اس موقع پر مباہلہ کے لیے مدعو کر لیا گیا تھا۔ اگر مباہلہ ہو جاتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ یہ حضرات بھی موجود ہوتے۔ اس آیت کو دیکھ کر یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی بیٹی تھی، سراسر غلط ہے۔

اگر مباہلہ ہو جاتا تو...:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر

اہل نجران مباہلہ کر لیتے تو ان پر اللہ کا عذاب آجاتا اور وہ بندر اور خنزیر بنا دیے جاتے، ان پر آگ برستی اور سب کے سب ہلاک ہو جاتے حتیٰ کہ پرندہ بھی باقی نہ رہتا۔

عہد نامہ:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد نامہ تحریر کرایا جس میں درج ذیل امور تھے:

1. سالانہ دو ہزار حُلے؛(ایک حُلّہ یعنی چادر کی قیمت 40 درہم) دینے ہوں گے۔
2. اہل نجران پر ہمارے قاصد کی ایک مہینہ تک مہمان نوازی کرنا لازم ہو گی۔
3. یمن میں کوئی فتنہ، کوئی مسئلہ پیش آجائے تو اہل نجران کو 30 زرہیں، 30 گھوڑے اور 30 اونٹ عاریتاً دینے ہوں گے جو بعد میں واپس کر دیے جائیں گے۔ اگر کوئی چیز گم ہو گئی یا ضائع ہو گئی تو اس کا ضمان ہم پر ہو گا۔
4. اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال و جان کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ ان کے اموال و املاک، ان کی جائیدادیں، ان کے حقوق، ان کی ملت، ان کے راہب، ان کے خاندان اور متبعین پر کوئی تبدیلی لازم نہیں ہو گی۔ جاہلیت کے کسی خون کا مطالبہ نہ ہو گا اور نہ ہی ان کی سرزمین میں لشکر داخل ہو گا۔
5. جو شخص ان سے حق کا مطالبہ کرے گا تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔
6. سود کھانے والا اس ذمہ سے بری ہو گا۔
7. ایک شخص کے ظلم کرنے کی وجہ سے دوسرا بندہ نہیں پکڑا جائے گا۔

یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ عہد ہے جب تک یہ اس پر قائم رہیں۔

اس تحریر پر حضرات ابو سفیان بن حرب، عَیلان بن عمرو، مالک بن عوف، اَقرع بن حَابِس اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نے دستخط کیے۔

اس امت کے امین:

یہ عہد نامہ لے کر واپس جانے لگے تو عرض کی کہ ہمارے ساتھ ایک امین (امانت دار) آدمی بھیج دیں جو مالِ صلح لے کر واپس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ یہ اس امت کا امین ہے۔

جب یہ وفد نجران کے قریب پہنچا تو لوگوں نے خوب استقبال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نامہ پادری کے حوالے کیا۔

کُرز بن علقمہ کا قبولِ اسلام:

جب یہ وفد مدینہ منورہ آرہا تھا، اسی دوران ابوحارثہ کے خچر کو ٹھوکر لگی، ان کے چچازاد بھائی کُرز بن علقمہ نے کہا: تَعِسَ الْاَبْعَدُ وہ دور والا ہلاک ہو! (العیاذ باللہ اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا۔)

ابوحارثہ نے کہا: کمبخت تم ہو، وہ تو برحق نبی ہیں۔

کرز نے کہا: پھر ایمان کیوں نہیں لاتے؟

ابوحارثہ نے کہا: بادشاہوں نے جو دولت دے رکھی ہے، وہ واپس لے لیں گے۔

کرز اس وقت تو خاموش رہے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں ایک جنگ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

عبدالمسیح اور ایہم کا قبولِ اسلام:

اس کے چند روز بعد سید ایہم اور عبدالمسیح کو بھی اللہ رب العزت نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرایا۔

وفدِ ضِمام بن ثعلبہ:

9 ہجری میں ضِمام بن ثعلبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس وقت مسجد میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ضِمام بن ثعلبہ نے چند سوالات کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات دیے۔ ذیل میں دونوں نقل کیے جاتے ہیں:

ضِمام بن ثعلبہ نے پوچھا: کیا آپ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اللہ گواہ ہے۔

ضِمام بن ثعلبہ نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں، ایک مہینے کے روزوں اور زکوٰۃ لے کر فقراء پر تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اللہ گواہ ہے۔

اس کے بعد کہا کہ میں ضِمام بن ثعلبہ ہوں اور ان سب باتوں پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر ضِمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں تشریف لے گئے اور بتوں (لات، عزیٰ وغیرہ) کی مذمت پر بہت ہی عمدہ تقریر کی کہ یہ بت نہ تو تمہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ فائدہ۔ اللہ نے ایک رسول بھیجا ہے، اس پر کتاب نازل ہوئی ہے جو تمہیں ان چیزوں سے نجات دلاتا ہے۔ شام ہونے تک اس قبیلہ کے تمام لوگ ایمان لے آئے، کوئی ایک بھی باقی نہ رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی وفد کے قاصد کو ہم نے ضِمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بہتر نہیں پایا۔

سریہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما:

9 ہجری کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بنو ثقیف کے الطاغیہ نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا۔ ان کے بعض لوگوں کی خواہش تھی کہ اس بت کو نہ گرایا جائے لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرمایا کہ اس بت کو پاش پاش کر دیا جائے۔ ان دونوں نے جا کر اس بت کو توڑ ڈالا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ مقام قُدید میں منات نامی بت موجود ہے اس کو پاش پاش کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور جو مال موجود تھا اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن اسے تقسیم فرما دیا۔

وفدِ ثقیف:

سن 9 ہجری ماہ رمضان المبارک میں قبیلہ ثقیف کے چند افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ یہ وہی قبیلہ تھا جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طائف میں

بہت زیادہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی کے وقت دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا

اے اللہ! ثقیف والوں کو ہدایت عطا فرما۔

اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت عُروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے آٹھ مہینے بعد یہ وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

ان کی آمد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے۔ حضرت مُغِیرہ بن شُعْبَہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو خوشخبری دینے کے لیے دوڑے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ خبر مجھے دینے کی اجازت دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وفد کی آمد کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ لگایا اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کی مہمان نوازی کے لیے مقرر فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس وفد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ تھے۔ جو کچھ کہنا ہوتا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ذریعے کہتے۔

وفد ثقیف کے تین مطالبات:

1: نماز معاف کی جائے۔

2: لات (بت) کو تین سال تک نہ توڑا جائے۔

3: ہمارے بت ہمارے ہاتھ سے نہ تڑوائے جائیں۔

پہلے دو مطالبات رد کر دیے گئے اور تیسرا منظور کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور حضرت ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بت توڑنے کے لیے ان کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لات بت کو توڑا اس میں سے جو مال بر آمد ہوا وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال میں سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابو فُلَیْح اور ان کے بھتیجے قارِب بن اَسود کا قرض ادا کیا۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام:

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ طائف سے آنے والے وفد کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت وہ اسلام قبول کرنے کی نیت سے آئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ وحشی ہے، آپ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل۔ تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَعُوْهُ فَاِسْلَامُ رَجُلٍ وَاحِدٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قَتْلِ اَلْفِ کَافِرٍ

اسے چھوڑ دو میرے ہاں ایک شخص کا مسلمان ہو جانا ایک ہزار کافروں کے قتل سے زیادہ محبوب ہے۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ دریافت فرمایا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے انتہائی شرمندگی سے محض حکم نبوت کو پورا کرنے کی غرض سے واقعہ بیان کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اسلام کو قبول کر لیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو کیونکہ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا کی یاد آتی ہے اور ان کی شہادت کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے۔ وحشی رضی اللہ عنہ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سامنے نہ بیٹھتے بلکہ پیچھے کی جانب بیٹھتے۔

اس کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو یہ فکر رہتی کہ اس کا کفارہ کیسے ادا کروں چنانچہ اس کے کفارہ کے طور پر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ کفر کی حالت میں میں نے سب سے بہتر انسان کو شہید کیا تھا جس کے بدلے حالت اسلام میں سب سے برے شخص کو واصل جہنم کر دیا ہے۔

سریہ ابو موسیٰ اشعری، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما:

سن 9 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کے علاقے کی طرف بھیجا۔ یمن کے بالائی علاقہ کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور نچلے علاقے کا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو گورنر بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے ارشاد فرمایا: آپ دونوں احکام شریعت کو آسان صورت میں پیش کرنا مشکل انداز میں پیش نہ کرنا۔ خوشیاں باٹنا نفرتیں نہ پھیلانا۔

اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاذ! یمن میں جاکر لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر لوگوں کے فیصلے کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اگر تجھے وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر؟ عرض کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے اس کا حل تلاش کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر دونوں میں نہ ملے تو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں کسی قسم کی کوتاہی کیے بغیر اپنی رائے سے اس کو حل کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنے نبی کے قاصد سے وہ بات کہلوائی جس کو سن کر تیرا پیغمبر خوش ہو گیا۔

امیر حج سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

سن 9 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو 300 آدمیوں کا امیر حج بنا کر روانہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ قربانی کے 20 اونٹ اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے سے پہلے سورۃ براءۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن کا تعلق عہد توڑنے والے کافروں سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان آیات کے اعلان کا حکم بھی دیا کہ حج کے موقع پر کافروں کو اس سے آگاہ کر دیں۔

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لے گئے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آیا کہ عہد اور عہد توڑنے سے متعلق یہ اعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کریں تو زیادہ مناسب ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے دستور کے مطابق ایسے امور کا اعلان کرنے والا خاندان کا فرد ہوتا تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کیا اور مکہ بھیجا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب ذوالحُلیفہ کے مقام پر تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر بنا کر بھیجا ہے یا مامور بنا کر؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مامور بن کر آیا ہوں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مناسک حج ادا کروانے کے لیے بھیجا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں! مجھے

صرف اس لیے بھیجا ہے کہ عہد توڑنے کے متعلق کفار کو آیات پڑھ کے سناؤں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ دس ذوالحج کو حج کا خطبہ دیا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر سورۃ براءۃ کی آیات تلاوت کیں اور جَمْرَہ (وہ مقام جہاں شیطان کو کنکر مارے جاتے ہیں) کے قریب کھڑے ہو کر اعلان کیا: آج کے بعد کوئی مشرک کعبہ میں داخل نہیں ہو گا اور نہ ہی کوئی شخص بے لباس ہو کر طواف یا حج کرے گا۔ جن کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک متعین مدت تک عہد ہے وہ اسی متعینہ مدت تک پورا کیا جائے گا اور جن کے ساتھ عہد نہیں یا عہد کی کوئی مدت متعین نہیں ان کو چار ماہ تک امن ہے، اس عرصہ میں اگر وہ مسلمان ہو گئے تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

مذکورہ واقعہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا اور ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اَمِیْرٌ اَوْ مَامُوْرٌ؟ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امیر بن کر آئے ہو یا مامور بن کر؟ اس وقت حضرت علی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ میں مامور بن کر آیا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر کہ آپ مناسک حج ادا کرائیں گے؟ فرمایا کہ نہیں، میں صرف سورۃ براءۃ کا اعلان کروں گا، مناسک حج آپ ادا کرائیں گے۔

وفدِ تُجیب:

سن 9 ہجری میں یمن کے قبیلہ کندہ کی شاخ تجیب کے 13 افراد پر مشتمل ایک وفد صدقات وغیرہ کا مال لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ اور اپنے فقراء میں تقسیم کر دو۔ انہوں نے کہا کہ فقراء میں تقسیم کرنے کے بعد یہ مال بچا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اس جیسا وفد ہم نے آج تک نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کے سینے کو ہدایت کے لیے کھول دیتا ہے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوال پوچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب دیا۔ جاتے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انعامات سے نوازا

اور پوچھا کوئی باقی تو نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بچہ رہ گیا ہے جو مال کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی بلا کر انعام و اکرام سے نوازا۔ بچے نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت، رحم اور غنا کی دعا فرمادیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاجْعَلْ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ

ترجمہ: اے اللہ! اس کی مغفرت فرمانا، اس پر رحم فرما اور اس کے دل کو غنا کی دولت سے مالا مال فرما۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی۔ سن 10 ہجری میں جب یہ لوگ حج کرنے آئے، منیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کے بارے میں ان سے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ زہد و تقویٰ میں اس سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

وفد طے:

سن 9 ہجری میں قبیلہ "طے" کا 15 افراد پر مشتمل وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے سردار کا نام "زید الخیل" تھا۔ قبول اسلام کے بعد ان کا نام "زید الخیر" رکھا گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

وفدِ بنی فَزارہ:

سن 9 ہجری میں قبیلہ بنو فزارہ کے 14 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ قحط سالی کی وجہ سے برا حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارانِ رحمت کی دعا فرمائی۔ یہ وفد پہلے سے مسلمان ہو چکا تھا۔

وفدِ بنی اسد:

سن 9 ہجری میں قبیلہ بنو اسد کا 10 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کرنے کے بعد کہنے لگے: ہم بلا جبر و اکراہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے ہیں اور ایمان لاتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہے۔

اس پر آیت نازل ہوئی:

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ

لِلۡاِیۡمَانِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۷﴾

سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ:17

ترجمہ: وہ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں، آپ ان سے فرمادیں کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ بلکہ اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو تو یہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ تمہیں قبول ایمان کی توفیق دی۔

اس کے بعد انہوں نے کہانت (بغیر وحی الٰہی کے غیب کی خبروں) کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔

وفد ھُذیم:

سن 9 ہجری میں بنو سعد کے قبیلہ ھذیم کا چند افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد جب مسجد نبوی میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد نبوی سے متصل جناز گاہ میں) جنازہ پڑھا رہے تھے۔ یہ لوگ پیچھے آکر بیٹھ گئے۔ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ لوگ مسلمان نہیں؟

انہوں نے کہا: کیوں نہیں، ہم مسلمان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ لوگوں نے اپنے مسلمان بھائی کا جنازہ کیوں نہ پڑھا؟

انہوں نے کہا: ہم نے یہ سمجھا کہ شاید بیعت کرنے سے پہلے جنازے میں شرکت جائز نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسلمان ہو جہاں کہیں بھی ہو۔

اس کے بعد انہوں نے بیعت کی، ان کے ساتھ سامان کی حفاظت کرنے والا لڑکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی بلایا اور بیعت کی اور دعا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور یہ بچہ اپنی قوم کا سب سے بڑا عالم بنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ وفد واپس آیا تو تمام قبیلے والے مسلمان ہو گئے۔

وفدِ بَلِیّ:

سن 9 ہجری ماہ ربیع الاول میں قبیلہ بَلِیّ کے چند افراد پر مشتمل ابو الضبیب کی زیر قیادت ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلحَمْدُ للهِ الَّذِیْ هَدَاکُمْ لِلْإِسْلَامِ فَکُلُّ مَنْ مَّاتَ عَلیٰ غَیْرِ الْإِسْلَامِ فَهُوَ فِی النَّارِ

ترجمہ: اس ذات کا شکر ہے جس نے آپ لوگوں کو اسلام کی ہدایت دی، ہر وہ انسان جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرے گا وہ جہنمی ہو گا۔

وفد کے سردار ابو الضُّبَیْب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں مہمان نوازی کا شوق رکھتا ہوں، کیا اس میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اس میں بھی اجر ہے۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! مہمانی کتنی مدت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن۔ اس سے زائد مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ میزبان کو مشقت میں ڈالے۔ یہ لوگ تین دن رہے، پھر واپس چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے وقت ہدایا و تحائف سے نوازا۔

وفدِ عُذرہ:

9 ہجری میں یمن کے قبیلہ عذرہ کے چند افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی گواہی دی اور اسلام کے فرائض و احکام پوچھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیے۔ انہوں نے ہِرَقْل کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب وہ شام سے نکل جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہانت اور کاہنوں کا ذبیحہ کھانے سے منع فرمایا۔ جاتے وقت تحائف سے نوازا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

مشق نمبر 14

مختصر جواب دیں:

1. غزوہ تبوک میں پیچھے رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کون کون سے تھے؟
2. مسجد ضرار بنانے کی وجہ کیا تھی؟
3. مسیلمہ کذاب نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا خط لکھا؟
4. مباہلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کن حضرات کو لے کر آئے؟
5. وفد ثقیف نے کون سے تین مطالبے کیے؟

خالی جگہ پر کریں:

1. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے...........اور...........نامی تلواریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔
2. عرب کا سارا دارومدار...........کی فصل پر ہوتا تھا۔
3. غزوہ تبوک میں لشکر کا گزر حضرت صالح علیہ السلام کے علاقے...........سے ہوا۔
4. اہل نجران مباہلہ کر لیتے تو ان پر اللہ کا عذاب آجاتا اور وہ...........اور...........بنا دیے جاتے۔
5. آج کے بعد کوئی...........کعبہ میں داخل نہ ہو گا۔
6. کوئی شخص...........ہو کر طواف نہیں کرے گا۔
7. قبیلہ طے کے سردار کا نام زید الخیل سے...........رکھا گیا۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

غزوہ تبوک میں پیچھے رہنے والے منافقین کی تعداد تھی:

اسی　　　بیاسی　　　بانوے

نصاریٰ نجران کا وفد افراد پر مشتمل تھا:

پچاس　　　ساٹھ　　　ستر

سن 10 ہجری

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا حج مبارک، مناسکِ حج کی عملی تعلیم

خطبہ حجۃ الوداع، تکمیلِ دین کی وحی، خطبہ غَدیرِ خُم

وفدِ بنی عامر بن صَعْصَعَہ:

سن 10 ہجری میں قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں عامر بن طُفَیل اور اَربد بن قیس بھی تھے۔ انہوں نے آتے ہی کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مدعا پر آؤ! عامر بن طفیل نے اَربد بن قیس کو یہ بات سمجھائی کہ جب میں گفتگو کروں تو تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کر دینا۔ عامر بن طفیل نے گفتگو شروع کی۔ دورانِ گفتگو اَرُبد نے حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ گفتگو ختم ہونے کے بعد عامر بن طفیل نے اربد بن قیس سے پوچھا کہ تو نے حملہ کیوں نہیں کیا؟ اَربد بن قیس نے کہا کہ میں نے جب بھی تلوار کے وار کا ارادہ کیا تو کوئی نہ کوئی چیز درمیان میں حائل ہو جاتی، کبھی دیوار اور کبھی اونٹ جو میرے سر کو نگلنا چاہتا تھا۔ واپسی پر عامر بن طفیل طاعون کی بیماری کی وجہ سے مر گیا۔ وفد جب بنی عامر کی سرزمین پر پہنچا تو لوگوں نے حالات دریافت کیے۔ اَربد نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین (العیاذ باللہ) گھٹیا قسم کا ہے۔ قسم بخدا! اگر وہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے سامنے ہو تو میں ہلاک کر دوں۔ دو دن بعد اَربد سوار ہو کر نکلا، اچانک اس پر بجلی گری اور وہیں مر گیا۔ ان دو بدنصیبوں کو اسلام کی توفیق نہ ملی۔ وفد کے اکثر لوگ مشرف باسلام ہوئے۔

سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یمن کے ایک قبیلے "بنو عبد مَدان" (بنو حارث کی ایک شاخ) کی طرف بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ پہلے اُن کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر قبول کر لیں تو اُن کو امان دینا اور اگر انکار کریں تو قتال کرنا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی، سب نے قبول کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کو اَمان دے دی۔

وفدِ کِنْدہ:

سن 10 ہجری میں یمن کے قبیلہ کندہ کا 80 افراد پر مشتمل وفد اَشعَث بن قَیس کندی کی زیر قیادت آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے عمدہ قسم کے جبے پہنے ہوئے تھے جن کے جَھالَر کا کنارہ ریشم کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ مسلمان ہیں؟ عرض کی: جی ہاں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر یہ ریشم کیسا؟ انہوں نے اسی وقت کپڑوں کو پھاڑ دیا۔

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری ماہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دوبارہ یمن کی طرف بھیجا۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول نہ کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا، 20 آدمی قتل ہوئے، باقی شکست کھا کر بھاگ گئے اور بہت سامالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان کو دعوت دی تو انہوں نے قبول کر لی، آپ نے جنگ روک دی اور وہیں رہ کر ان کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے۔

وفدِ طارق بن عبد اللہ محاربی:

سن 10 ہجری میں قبیلہ "بنو محارب" کے چند افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت طارق بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تو ہم لوگ مقامِ رَبذہ سے مدینہ کی طرف کھجور لینے کے ارادے سے نکلے۔ جب ایک باغ میں جانے لگے تو ایک شخص نے ہم سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جارہے ہو؟ کس لیے جارہے ہو؟

ہم نے جواب دیا: ربذہ سے مدینہ جارہے ہیں کھجوریں لینے کے لیے۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا۔ اس نے پوچھا کہ اس اونٹ کو اتنی کھجوروں کے بدلے فروخت کرتے ہو؟ ہم نے کہا کہ اس سے کچھ زائد اتنی کھجوریں لیں گے۔ اس نے مان لیا اور اونٹ لے کر چل پڑا۔ ہم حیران ہوئے کہ اونٹ ایک اجنبی کے حوالے کر دیا اور قیمت بھی نہیں لی۔ ایک خاتون بولیں: میں نے اس شخص کو دیکھا، اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہے، یہ شخص کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ میں اس کی قیمت کی ذمہ دار ہوں۔

اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور کھجور لے کر آیا ہوں۔ پہلے ان کو کھالو اور پھر وزن کر لو۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھائیں اور وزن کیا تو بالکل پوری نکلیں۔ اس سے اگلے دن ہم مدینہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔

وفدِ اَزُد:

سن 10 ہجری میں قبیلہ ازد کے 15 افراد پر مشتمل وفد صُرَد عبد اللہ اَزُدی کی قیادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صُرد بن عبد اللہ ازدی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور آس پاس کے مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ اسی قبیلے کا دوسرا وفد 3 یا 7 افراد پر مشتمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا: مسلمان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

وفد والوں نے کہا: 15 خصلتیں ہیں، پانچ وہ جن پر آپ کے مبلغین نے عمل کرنے کا حکم دیا، پانچ پر ایمان و اعتقاد رکھنے کا حکم دیا اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جن پر ہم زمانہ جاہلیت سے کاربند ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ پانچ کون سی ہیں جن پر تمہیں اعتقاد رکھنے کا حکم دیا گیا؟

عرض کیا: اللہ پر، انبیاء کرام علیہم السلام پر، آسمانی کتابوں پر، فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لانا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: دوسری پانچ جن پر عمل کرنے کا حکم ہے؟

عرض کی: کلمہ توحید کہتے رہیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں، بیت اللہ کا حج کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ پانچ جن پر تم زمانہ جاہلیت سے پابند ہو وہ کون سی ہیں؟

انہوں نے کہا: راحت کے وقت شکر، مصیبت کے وقت صبر، قضا وقدر کے فیصلوں پر راضی رہنا، (دشمن سے) مقابلے کے وقت ثابت قدمی، دشمن کی مصیبت پر خوش نہ ہونا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ بڑے حکیم اور عالم لوگ ہیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ خصلتیں اور بتاتا ہوں تاکہ بیس مکمل ہو جائیں: جس چیز کو نہ کھانا ہو اسے جمع نہ کرو، جس جگہ نہ رہنا ہو اسے نہ بناؤ، جس چیز کو کل چھوڑ کر جانا ہے اس پر حسد نہ کرو، اللہ سے ڈرو، اس میں رغبت کرو جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے (آخرت، جنت)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تحائف سے نوازا۔

وفدِ سَلَامان:

سن 10 ہجری ماہ شوال المکرم میں قبیلہ سلامان کے 7 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ انہوں نے قحط سالی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور جاتے وقت سامانِ سفر عطا فرمایا۔

وفدِ بنی عَبس:

سن 10 ہجری میں قبیلہ بنو عبس کے 3 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر ایمان واسلام بغیر ہجرت کے قبول نہیں تو ہم اپنے مال مویشی کو بیچ کر ہجرت کر سکتے ہیں جن پر ہمارا گزر بسر ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں کہیں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہارے اعمال میں ذرا کمی نہیں کرے گا۔

وفدِ غَامِد:

سن 10 ہجری میں قبیلہ غامد کے 10 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے سامان کے پاس ایک نوعمر بچے کو کھڑا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ایک تھیلا چوری ہو گیا۔ واپس گئے تو لڑکا سو گیا تھا اور تھیلا سامان میں موجود نہیں تھا۔ دور سے ایک شخص نظر آیا، ان لوگوں کو دیکھ کر دوڑ پڑا۔ اس کی جگہ پر پہنچے تو گھڑے میں تھیلا موجود تھا۔ انہوں نے کہا کہ بے شک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو قرآن کی تعلیم دیں۔ جاتے وقت شریعت کے احکام لکھوا کر ان کو دیے اور حسب معمول ہدایا و تحائف سے نوازا۔

حجۃ الوداع:

سن 10 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر حج شروع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی تکمیل، تبلیغ اور تنفیذ کے لیے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنا وقت عنایت فرمایا تھا وہ اب مکمل ہونے کو تھا۔ حج کا مہینہ بالکل قریب آن پہنچا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے 23 سالہ دورِ نبوت و رسالت کی ہمہ جہت تعلیمات کا خلاصہ پیش فرمانا چاہتے تھے، اس کے لیے دین کی جامع ترین عبادت حج کا ارادہ کیا۔ اَطرافِ مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع پہنچی، تمام قبیلوں کے سردار اور نمائندگان اپنے اپنے قبائل کے افراد کے ہمراہ اس عظیم اجتماع میں جمع ہونا شروع ہو گئے، مسلمانانِ عرب کے بڑے بڑے قافلے جوق در جوق مکۃ المکرمہ جانے لگے۔

میقاتِ ذوالحلیفۃ پر احرام حج:

10 ہجری 26 ذوالقعدہ اتوار کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرما کر احرام کی چادر اور تہبند باندھا، نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مدینہ سے مکہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔ ازواجِ مطہرات بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ جو مدینہ منورہ کی میقات ہے وہاں پہنچ کر شب بھر قیام فرمایا۔ اس کے بعد دو نفل ادا فرمائے، احرام کی نیت فرمائی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تلبیہ پڑھا:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ . لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

ترجمہ: اے اللہ ہم تیرے سامنے حاضر ہیں، اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، تعریف اور نعمت سب تیری ہی ہے اور سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں۔

بیت اللہ کی زیارت اور طواف:

سفر جاری رہا، مکہ مکرمہ کے قریب وادی فاطمہ میں پہنچ کر غسل فرمایا۔ تقریباً آٹھ دن کا سفر طے کرنے کے بعد 4 ذی الحج 10 ہجری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوا لاکھ صحابہ کرام کی کثیر تعداد کے ساتھ مکۃ المکرمہ داخل ہوئے۔ بیت اللہ پر نگاہ پڑی تو فرمایا: ”اے اللہ! اس گھر کی عزت و شرف کو مزید دوبالا فرما“ پھر بیت اللہ کا طواف کیا،

پہلے تین چکروں میں رمل کے ساتھ اور باقی چار چکر عام چال سے پورے فرمائے۔ طواف سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی

ترجمہ: اور مقام ابراہیم کے قریب بھی اللہ کے حضور سجدہ کرو۔

اس مقام پر دو نفل ادا کیے۔ اس کے بعد صفا مروہ پر سعی کے لیے تشریف لے گئے۔ سات چکر ادا کرنے کے بعد اعلان فرمایا: جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں وہ احرام نہ کھولیں اور باقی لوگ حجامت بنوا کر احرام کھول دیں۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن سے قربانی کے اونٹ لانے کے لیے بھیجا تھا وہ ایک سو اونٹ اور یمن کے حجاج کا قافلہ لے کر تشریف لائے۔

میدان عرفات میں:

جمعرات 8 ذی الحجہ صبح سورج طلوع ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لے گئے جہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نو ذی الحج کی فجر کی نماز ادا فرمائی۔

جمعہ کے دن 9 ذی الحجہ منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے۔ نمرہ میں کمبل کا ایک خیمہ نصب کیا گیا وہاں قیام فرمایا۔ زوال کے وقت اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر میدان عرفات میں تشریف لائے اور اونٹنی پر ہی خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اسلام کے دعوتی اسلوب، نظریاتی افکار، اخلاقی تعلیمات، انسانی حقوق اور معاشرتی نظام کے جامع دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: میں آج کے دن مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کرتا ہوں۔ جس طرح تمہیں اس مہینے اور اس دن کا احترام ہے اسی طرح تمہیں ایک دوسرے کے مال، آبرو اور خون کا احترام کرنا چاہیے۔ کوئی چیز جو ایک بھائی کی جائز ملکیت میں ہے دوسرے پر حلال نہیں جب تک کہ وہ اپنی خوشی سے اسے نہ دے۔

یاد رکھو! ایک دن ہم سب کو مر کر خدائے تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے جہاں ہر ایک سے اس کے

اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

لوگو! یادرکھو زمانہ جاہلیت کی ہر رسم میرے قدموں کے نیچے ہے میں اسے ختم کرتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے قتل و خون کے جھگڑے آج ختم کردیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے میں خود ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے خون سے دستبردار ہوتا ہوں۔

سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ ہاں! صرف پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہے۔

غلاموں اور عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔ ان حقوق کا خاص خیال رکھو۔ عورتوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور مہربانی سے پیش آؤ۔ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور انہیں وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔

ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔ بیٹا باپ کے اور باپ بیٹے کے جرم کا ہرگز ذمہ دار نہیں۔ اگر کوئی حبشی کان کٹا غلام بھی تمہارا امیر ہو اور تمہیں خدا کی کتاب کے مطابق لے کر چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ لوگو! نہ میرے بعد کوئی (نیا) نبی آئے گا نہ نئی امت پیدا ہو گی۔

اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت نمازیں پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کرو، بیت اللہ کا حج کرو اور اپنے حاکموں کے فرمانبردار رہو۔ اس کی جزا یہ ہے کہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ یہ ہیں: کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔

جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں۔ ممکن ہے بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو زیادہ اچھی طرح یاد رکھیں اور ان کی حفاظت کریں۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں سے ہر وارث کے لیے مقررہ حصہ طے کر دیا ہے اور ایک تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر (نکاح میں) پیدا ہوا اور بدکار کے لیے پتھر! جس نے اپنے باپ کے بجائے کسی

دوسرے کو باپ قرار دیا تو ایسے شخص پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اس کے لیے قیامت کے دن کوئی عوض یا بدلہ نہ رکھا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قابل احترام مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحج، محرم اور رجب) کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح امانت کی ادائیگی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ جس کے قبضے میں کوئی امانت ہے تو اسے اس کے مالک کو ادا کر دے۔

دور جاہلیت کا سود کالعدم کر دیا گیا ہے البتہ تمہارے لیے اصل پر حق ہو گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے سودی مطالبات کو کالعدم کرتا ہوں۔

خطبہ کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا: کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔ سب نے بیک آواز جواب دیا: آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین بار فرمایا: اے خدا! گواہ رہنا، اے خدا! گواہ رہنا، اے خدا! گواہ رہنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ خطبہ سے فارغ ہو چکے تو جبرائیل امین اللہ عزوجل کی طرف سے یہ وحی لے کر نازل ہوئے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔

اس خطبہ میں اصلاح عقائد و اعمال، اتفاق و اتحاد کا درس، جاہلانہ رسومات کی بیخ کنی، سود کا خاتمہ، مکمل اور متوازن معاشی نظام کا تصور، صالح حاکم وقت کی اطاعت، نسلی امتیاز، قومی، علاقائی اور لسانی عصبیت اور رنگ و نسل کی برتری و کمتری کا خاتمہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ امت کے لیے وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ پھر ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی۔ پھر موقف میں تشریف لائے اور دیر تک قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا میں مصروف رہے۔ جب سورج ڈوبنے لگا تو چلنے کی تیاری فرمائی۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اونٹ پر پیچھے بٹھا لیا۔

مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ رات آرام فرمانے کے بعد صبح نماز پڑھ کر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ واپس تشریف لائے۔ اس وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اونٹنی پر پیچھے بیٹھے تھے۔ وادی مُحَسِّر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ مجھے کنکریاں چن دیں۔ رمی سے فارغ ہو کر میدان منیٰ تشریف لائے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹوں کی قربانی کی۔ 63 اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نحر (اونٹ کے ذبح کا مخصوص طریقہ) کیے جبکہ 37 سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ قربانی سے فارغ ہو کر معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سر مبارک منڈوایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا کو اپنے دست مبارک سے کچھ بال عنایت فرمائے اور باقی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا۔ زمزم کے کنویں پر تشریف لائے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رُخ ہو کر نوش فرمایا اور منیٰ واپس تشریف لے جا کر نماز ظہر ادا فرمائی۔ 13 ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد منیٰ سے چل کر وادی محصب میں قیام کیا۔ رات وہاں بسر فرمائی اور سحری کے وقت مکہ تشریف لائے۔ بیت اللہ شریف کا الوداعی طواف کیا اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد واپس مدینہ طیبہ کے لیے سفر شروع فرمایا۔

خطبہ غدیرِ خُم:

سن 10 ہجری حجۃ الوداع سے واپسی پر حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات کی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک بشر ہوں، ہو سکتا ہے کہ عنقریب مجھے پروردگار کی طرف سے بلاوا آ جائے اس لیے میں تمہیں اپنے اہل بیت سے محبت کی تاکید کرتا ہوں۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس اعزاز پر مبارکباد دی۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا دل بھی صاف ہو گیا۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے نام لے کر فضائل ومناقب ذکر فرمائے ہیں۔ درج بالا روایت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں شمار ہوتی ہے لیکن اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلافصل ثابت نہیں کی جاسکتی کیونکہ محبت اور خلافت دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم نہیں۔ اگر تلازم مان لیا جائے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیسیوں فرامین میں متعدد مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اظہارِ محبت موجود ہے۔ تو کیا سب ہی کے لیے خلافت بلافصل کا نظریہ مانا جائے؟ ایسا عقلاً بھی ممکن نہیں۔

سریہ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عرب کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ صرف ایک آدمی باقی رہا۔ اس کے پاس بہت مال تھا۔ ان حضرات کو دیکھ کر اس نے کلمہ پڑھ لیا اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ سمجھتے ہوئے قتل کر ڈالا کہ شاید مجبوری کی حالت میں ایمان قبول کیا۔ اس کی اطلاع اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو عتاب فرمایا اور فرمایا: اے مقداد! تم نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جو لا الہ الا اللہ (کلمہ توحید) کا اقرار کرتا تھا۔ قیامت کے دن اگر اس کے قتل کا مقدمہ تم پر ہو جائے تو تم کیا جواب دو گے؟

اسی بارے میں درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا

سورۃ النساء، رقم الآیۃ:94

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر جہاد پر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تمہیں سلام کرے، تو اس سے یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ اگر تم دنیا کا مال حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔ پہلے تم بھی تو ایسے ہی ہوا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل کیا، لہٰذا آئندہ تحقیق سے کام لیا کرو اور تم جو بھی کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے۔

سریہ رِعیہ سُحَیمی رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رِعیہ سحیمی اور ان کے قبیلے کی طرف بھیجا۔ یہ حضرات ان کا سارا ساز و سامان اور مویشی لے آئے اور کچھ بھی نہ چھوڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تقسیم کر دیا تو بعد میں رِعیہ سحیمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سارا مال متاع واپس کر دیا۔

سریہ ابو اُمامہ الباہلی رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو امامہ صُدَیّ بن عجلان رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ انہوں نے اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دی۔ سب اسلام میں داخل ہو گئے۔

وفدِ غَسَّان:

10 ہجری ماہ رمضان المبارک میں قبیلہ غسان کے 3 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ جاتے وقت عرض کی: ہماری قوم اسلام قبول کرے گی یا نہیں؟ (ہمیں اس کا علم نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سامان سفر دیا۔ انہوں نے اپنے ایمان کو چھپا کے رکھا۔ ان میں دو تو اسی حالت میں فوت ہوئے جبکہ تیسرے جنگ یرموک میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور مسلمان ہونے کی خبر دی۔

وفدِ مُحارِب:

سن 10 ہجری میں قبیلہ محارب کے 10 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگے: یارسول اللہ! میں اپنی قوم میں سے سب سے زیادہ

اسلام سے دور تھا۔ باقی لوگ وفات پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔

وفدِ خَولان:

سن 10 ہجری یمن کے قبیلہ خولان کے 10 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایمان قبول کیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! ہم دور سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق سے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کا وقت ضائع نہیں ہوا، ہر قدم پر آپ کے لیے نیکی ہے۔ جو شخص میری زیارت کے لیے مدینہ حاضر ہوا وہ میری پناہ و امان میں ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرائض و احکام سکھائے اور نصیحت فرمائی کہ عہد پورا کرو، پڑوسی کا خیال کرو، کسی پر ظلم نہ کرو، جاتے وقت ان کو تحائف سے نوازا۔

وفدِ بنی حارث بن کعب:

سن 10 ہجری ماہ ذوالحج میں قبیلہ بنو حارث بن کعب کا نجران سے 4 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نجران کی جانب بنی حارث بن کعب کی طرف بھیجا تھا اور یہ حکم بھی دیا تھا کہ پہلے تین مرتبہ انہیں اسلام کی دعوت دینا، اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ قتال کرنا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں ٹھہرے رہے اور اسلامی احکام سکھاتے رہے۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو واپس بلوایا اور ایک وفد لانے کو کہا۔ ان کے وفد میں یہ حضرات تھے: قیس بن حصین ذی القصہ، یزید بن محجل، عبداللہ بن قراد اور شداد بن عبداللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم لوگ جاہلیت میں دشمنوں پر کیسے غالب آتے تھے؟ کہنے لگے: ہم اتحاد رکھتے ہیں اور کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن حصین رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا۔ چار مہینے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

مشق نمبر 15

مختصر جواب دیں:

1. آپ ﷺ کی اونٹنی کا نام کیا تھا؟
2. عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟
3. اشہر حرم (قابل احترام مہینے) کون سے ہیں؟

خالی جگہ پر کریں:

1. جس چیز کو نہ کھانا ہو اسے ....نہ کرو۔
2. اس چیز میں رغبت کرو جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے یعنی...........اور...........۔
3. تمہیں ایک دوسرے کے مال،.............اور.............احترام کرنا چاہیے۔
4. خدا کے نزدیک...........افضل ہے۔
5. ....کے چار مہینے بعد آپ ﷺ دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

ایمان کی حقیقت پوچھنے پر وفد ازد نے خصلتیں بتائیں:

دس پندرہ بیس

اللہ کے نبی ﷺ نے اس سالِ ہجری میں حج فرمایا:

نو دس گیارہ

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے:

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں:

رشتہ دار غیر حاضر کافر

سن 11 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کی دنیوی زندگی کا آخری سال، وفات رسول ﷺ
واقعہ قلم و قرطاس، آپ ﷺ کا آخری خطبہ، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم
آپ ﷺ کی تکفین و تدفین، قبر مبارک، جنازہ، قبر اطہر کے ذرات مبارکہ
عقیدہ حیات النبی ﷺ، سماع صلوٰۃ و سلام، استشفاع عند قبر النبی ﷺ
عرضِ اعمال، نبی ﷺ اور امتی میں فرق، نبوت کی مالی میراث کا مسئلہ

سریہ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ:

سن 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 150 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "ذوالخَلَصَہ "(یمن میں بیت اللہ کے مقابلے میں بنائی جانے والی عمارت جسے کعبہ یمانیہ کہتے تھے) گرانے کے لیے بھیجا۔ اس مکان میں بنو خَثْعَم اور بنو بُجَیْلہ کا بت نصب تھا۔ اس سریہ میں حضرت ابو اَرطاۃ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ ان حضرات نے اس مکان کو گرا کر آگ لگا دی۔

حضرت ابو اَرطاۃ رضی اللہ عنہ نے (لشکر سے پہلے آکر) یہ خوشخبری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور عرض کی: میں نے ان کو خارشی اونٹ کی طرح کر چھوڑا ہے (جو ہمیشہ تکلیف میں رہتا ہے اور اس سے نجات نہیں پا سکتا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور ان کو پانچ مرتبہ برکت کی دعا دی۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ رہے تھے کہ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی۔

سریہ علی بن ابی طالب و خالد بن سعید رضی اللہ عنہما:

سن 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہما کو "یمن" کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اگر آپ ایک ساتھ رہے تو آپ کے امیر علی ہوں گے اور اگر الگ ہو گئے تو ہر ایک اپنی اپنی جگہ امیر ہو گا۔ یہ حضرات یمن پہنچے اور چند افراد کو قید کر کے لائے۔

سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

سن 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "یمن" کی طرف بھیجا۔ یہ حضرات وہاں پہنچے تو وہ لوگ امن اور پناہ طلب کرنے کے لیے سجدے میں گر پڑے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کا مطلب نہ سمجھ سکے اور ان کو قتل کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف دیت ادا فرمائی۔

وفدِ نَخَع:

سن 11 ہجری میں یمن کے قبیلہ نخع کے 2 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ ان میں ایک زُرارہ بن عمرو بھی تھے۔ دورانِ سفر انہوں نے خواب دیکھا کہ زمین سے آگ نکلی، میرے اور میرے بیٹے کے درمیان حائل ہو گئی اور یہ کہہ رہی تھی: میں آگ ہوں، میں آگ ہوں، اندھا یا بینا، مجھے کھانے دو، میں تمہیں تمہارے مال اور اہل کو کھاؤں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعبیر بتائی، فرمایا: ایک فتنہ اٹھے گا کہ لوگ اپنے خلیفہ کو قتل کریں گے، بدکار لوگ خود کو نیک سمجھیں گے، مؤمن کا خون پانی سے زیادہ اچھا لگے گا۔ آپ دونوں میں سے کوئی ایک پہلے فوت ہو گیا تو دوسرا اس فتنے کو دیکھے گا۔ زُرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ میرے لیے دعا فرمادیں کہ میں اس فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ پھر ایسا ہی ہوا، حضرت زُرارہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ اس کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا فتنہ اٹھا تو حضرت زُرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیٹا باغی لوگوں کے ساتھ تھا۔

سریہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ:

سن 11 ہجری ماہ صفر المظفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 3000 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "اُبنیٰ" کی طرف بھیجا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پیش آنے والا آخری سریہ تھا۔ 26 صفر المظفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کا حکم دیا جو ملک شام پر قابض تھے۔ 27 صفر المظفر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

صفر کی 30 ویں رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت (جس میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے) کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ فرمایا۔

حضرت اسامہ احد کے قریب مقام جُرُف میں خیمہ زن تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نازک طبیعت کی اطلاع ہوئی۔ خلفائے راشدین اور دیگر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امیر لشکر سے اجازت لے کر وہاں سے مدینہ واپس لوٹ آئے۔ 12 ربیع الاول بروز پیر آپ رضی اللہ عنہ نے سفر جہاد کے لیے نکلنا تھا کہ آپ کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آدمی بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ ناساز ہے۔ کچھ ہی دیر

بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو سب سے پہلے لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانگی کا حکم دیا اور مقامِ جرف تک خود ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ یہ لوگ اُبنیٰ کے مقام پر پہنچے، مشرکین سے جنگ ہوئی۔ جو لوگ ان کے مقابلے میں آئے ان کو قتل کیا۔ ان کی خواتین اور ان کے بچوں کو قید کیا گیا، کھیتوں کو آگ لگا دی گئی۔ اس سریہ میں مسلمانوں کا کچھ بھی نقصان نہ ہوا۔ 40 دن کے بعد یہ حضرات مال غنیمت لے کر واپس لوٹے۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے استقبال کے لیے باہر تشریف لائے۔ مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں شکرانے کے نوافل ادا کیے اور پھر گھر تشریف لے گئے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی عمر اس وقت 18 سال تھی۔

میرے بعد ابو بکر کے پاس آنا:

سن 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ دن قبل ایک خاتون کسی مسئلہ کے بارے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد میں آنا۔ اس عورت نے کہا کہ اگر بعد میں آؤں اور آپ کو موجود نہ پاؤں تو کیا کروں؟ یعنی آپ دنیا چھوڑ چکے ہوں تو پھر کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس چلی آنا۔

اہل بقیع کے لیے استغفار:

سن 11 ہجری ماہ صفر المظفر کے آخری عشرہ میں ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے، اٹھے اور اپنے غلام ابو مُوَیہبہ رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور فرمایا کہ مجھے بقیع (مسجد نبوی کے قریب قبرستان ہے، جسے جنت البقیع کہتے ہیں) والوں کے لیے استغفار کرنے کا حکم ہوا ہے۔ وہاں تشریف لے گئے، واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر درد اور بخار کی شکایت ہوئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خوش طبعی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سر درد کی تکلیف تھی، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا: وَا رَأْسَاهُ۔ ہائے میرا سر درد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بَلْ اَنَا اَقُوْلُ وَارَأْسَاهُ۔ یعنی کہنا تو مجھے چاہیے کہ ہائے میرا سر درد۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر آپ مجھ سے پہلے وفات پا گئیں تو کوئی فکر والی بات نہیں، میں تمہارے لیے کفن دفن کا انتظام کروں گا، نماز جنازہ پڑھا کر دعائے مغفرت کروں گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نازِ محبوبی میں عرض کی: ہاں! آپ تو میری موت ہی چاہتے ہیں، اگر میں چلی گئی تو اسی روز آپ میرے ہی گھر میں کسی دوسری زوجہ کے ساتھ آرام فرما ہوں گے۔ یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کیا خبر تھی کہ چند دن بعد خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما کر انہیں تنہا چھوڑ جائیں گے۔ یہ بدھ کا دن تھا۔

ایام بیماری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس:

یکم ربیع الاول جمعرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باری باری ازواج مطہرات کے پاس گئے، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْیٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ: 51

ترجمہ: [آپ کو اختیار ہے کہ] آپ اپنی ازواج میں سے جس کی باری چاہیں، ملتوی کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ اور جن کی باری آپ نے ملتوی کی ان میں سے کسی کو طلب فرمائیں تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری تو نہیں تھا تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے کہ کل میں نے کس کے ہاں رہنا ہے؟ پیر والے دن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے عرض کی کہ جہاں آپ کی مرضی ہو وہیں قیام فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور پورا ایک ہفتہ مرض میں گزارنے کے بعد اگلے پیر کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ

شریفہ ہی میں رحلت فرماگئے۔

فائدہ: ان ایام میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

1: طبعی طور پر آپ کو اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے زیادہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے انس و محبت تھی۔

2: ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے بستر پر قرآن کا نزول ہوتا تھا۔ بیماری کے ایام میں بھی نزول وحی کا امکان تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب فرمایا تاکہ آپ اپنی زوجہ کے ساتھ ہوں اور وحی کے نزول کا وقت ہو جائے تو وہ نازل ہو جائے۔

واقعہ قلم و قرطاس:

جمعرات کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عیادت (بیمارپرسی) کرنے کے لیے آئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کافی لوگ جمع تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے قریب آ جاؤ! میں تمہیں ایک تحریر لکھ (لکھوا) دیتا ہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہو! بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ مرض میں ہیں، (لکھوانے کی زحمت نہ دی جائے کیونکہ) ہمارے لیے اللہ کی کتاب (قرآن) کافی ہے۔ اہل بیت نے اس سے (رائے کا) اختلاف کیا اور فریقین اپنی اپنی رائے پر اصرار کرنے لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر تحریر لکھوالی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں جبکہ بعض حضرات نے کچھ اور رائے پیش کی۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔

بعض لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاغذ قلم منگوا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل لکھوانا چاہتے تھے، صحابہ کرام بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ رکاوٹ بن گئے

اور تحریر نہ لکھوانے دی۔

اگر اس کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا معنٰی یہ نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ناکام گئے (معاذاللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی 23 سالہ محنت سے ایک بندہ بھی ایسا تیار نہ ہوا جو آخر وقت میں آپ کی بات مان کر کاغذ قلم لے آتا۔ حالانکہ تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کامیاب گئے ہیں۔

پیغمبر کا منصب ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے پیغام کو ہر صورت پہنچائے، لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے چھوڑے نہیں۔ اہل اسلام کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فریضہ منصبی کو ویسے ہی ادا کیا ہے جیسا اس کا حق تھا۔ دین کے متعلق کوئی حکمِ خدا ایسا نہیں تھا جو انہوں نے اپنی امت کو نہ پہنچایا ہو۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں تمام لوگ مخالف تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دباؤ میں نہیں آئے بلکہ اپنے فریضہ رسالت کو برابر ادا کرتے رہے۔ اب جب مدینہ طیبہ میں دنیاوی زندگی کی آخری بہار دیکھ رہے تھے، ایک لاکھ سے زائد لوگ آپ کے اطاعت گزار اور جانثار بن چکے تھے اس وقت صرف ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دباؤ میں آگئے ہوں گے اور ایسے آئے کہ (العیاذ باللہ) فریضہ رسالت ہی ادا نہ کر سکے۔ نبوت کے بارے میں کوئی مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اگر اس بات پر اصرار بھی کیا جائے کہ خلافت بلافصل لکھوانی تھی تو یہ واقعہ جمعرات کا ہے، اس کے بعد چار دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں حیات رہے۔ ان ایام میں آپ کو مرض سے کچھ افاقہ بھی ہوا۔ اگر یہ تحریر لکھوانا لازمی اور ضروری ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چار دنوں میں ضرور کسی وقت لکھوا دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعرات سے پیر تک چار دنوں میں افاقے کے باوجود نہ لکھوانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ معاملہ خلافت کا نہیں تھا۔

آخری خطبہ:

نماز ظہر کے وقت طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میرے سر پر پانی کے سات مشکیزے ڈالو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حکم کے مطابق آپ کے سر مبارک پر پانی کے سات مشکیزے ڈالے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے مسجد میں تشریف

لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کی، اس کے بعد احد والوں کے لیے دعائے مغفرت کی۔ پھر فرمایا کہ مہاجرین کی جماعت زیادہ ہو گی اور انصار کی کم ہو گی۔ مہاجرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: انصار میرے محسن ہیں، ان میں جو نیک ہوں ان سے حسن سلوک کرنا اور جن سے غلطی ہو جائے اُن سے در گزر کرنا۔ اس کے بعد فرمایا: اللہ رب العزت نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں کو اختیار کرے یا آخرت کی نعمتوں کو اختیار کرے لیکن اس نے آخرت کی نعمتوں کو اختیار کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اس سے مراد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور زار و قطار رو پڑے، کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! ٹھہرو، ذرا صبر کرو۔

پھر مسجد میں کھلنے والے گھروں کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ صرف ابو بکر کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے۔ اللہ کے رسول پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابو بکر ہیں، ان سے بڑھ کر کسی نے مجھ پر احسان نہیں کیا۔ تم لوگوں میں سے جس جس نے مجھ پر احسان کیا ہے اس کا بدلہ میں نے دنیا میں پورا کر دیا، صرف ابو بکر کا بدلہ قیامت کے دن اللہ رب العزت خود دیں گے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو ایسا دوست بناتا کہ جس کے سامنے میں اپنی ساری ضرورتیں رکھتا اور وہ میری ساری ضرورتیں پوری کر دیتا تو وہ ابو بکر ہوتے لیکن مجھے ان سے دینی محبت اور اخوت ہے جس میں یہ سب سے زیادہ فضیلت کے مقام پر فائز ہیں اور اس میں ان کا کوئی برابر اور شریک نہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اسامہ بن زید کے لشکر کو جلد روانہ کرنا اس لیے کہ بعض لوگ (یعنی منافقین) اعتراض کرتے ہیں کہ بڑی عمر کے بزرگوں کے ہوتے ہوئے نوجوان لڑکے کو امیر کیوں بنایا؟ یہی اعتراض ان کے والد زید پر بھی ہوا تھا۔ اللہ کی قسم! ان کا والد زید اور خود اسامہ دونوں امارت اور سرداری کے اہل ہیں اور میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔

اور فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا۔ مزید

فرمایا: اے لوگو! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم لوگ اپنے نبی کی وفات سے نہایت پریشان ہو۔ مجھے بتاؤ! کیا کوئی نبی پہلی امتوں میں ہمیشہ رہا ہے؟

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ

سورۃ اٰلِ عمران، رقم الآیۃ:144

ترجمہ: محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] ایک پیغمبر ہی تو ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گذر چکے ہیں۔ بھلا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص الٹے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو جلد اجر دے گا۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تلاوت کے بعد فرمایا: اس بات کو خوب اچھی طرح جان لو کہ میں بھی اللہ سے ملنے والا ہوں، تم بھی اللہ سے ملنے والے ہو اور میں وصیت کرتا ہوں کہ اولین مہاجرین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مہاجرین تقویٰ اور عمل صالح پر قائم رہیں اور اے مسلمانو! میں انصار کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، انہوں نے اسلام اور ایمان کو ٹھکانہ دیا ہے اور تمہیں مال وغیرہ میں فقر کے باوجود شریک بنایا ہے اور تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ یہ بات اچھی طرح جان لو میں تم سے پہلے جا رہا ہوں اور تم مجھ سے حوض کوثر پر ملو گے، جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر مبارک سے نیچے اترے اور اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات مغرب کی نماز پڑھائی۔ جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ بتلایا گیا کہ یارسول اللہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن شدید بیماری کی وجہ سے نہ اٹھ سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہو نماز پڑھائے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! ابو بکر بہت نرم دل والے ہیں وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے، اس لیے آپ عمر سے فرمائیں کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے مت جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کی صورت یہ تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت ہوئی۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لیے روانہ فرمایا تھا۔

آپ کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک آسمان کی طرف اٹھائے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر رکھ دیے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی ہے۔ پھر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔

یومِ وصال:

12 ربیع الاول پیر کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ ایسے حالات میں اسلام اور اہل اسلام کو سنبھالتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا۔ روتے روتے آپ کی ہچکیاں بندھ گئیں روتے ہوئے فرمایا:

وَا نَبِيَّاه! وَا خَلِيْلَاه! وَا صَفِيَّاه۔

آہ میرے نبی، آہ میرے جگری دوست، آہ میرے مخلص دوست۔

اس کے بعد فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے دنیاوی زندگی بھی بہت اچھی گزاری اور برزخی زندگی بھی اچھی گزاریں گے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ آپ کو کبھی دو موتیں

نہیں دیں گے۔ یعنی آپ پر جو ایک موت آنی تھی سو وہ آگئی۔ اب دوبارہ (قبر میں) آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی حیات حاصل رہے گی۔

گویا ان الفاظ سے امت کو یہ تسلی دی کہ ہمارا اور نبوت کا رشتہ بالکلیہ ختم نہیں ہوا بلکہ آپ کی رحمت اور گناہگاروں کے لیے استغفار اور دعا والا سلسلہ جوں کا توں قیامت تک باقی رہے گا۔

غسل و تکفین:

اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی اور آپ کو پہلا بلا فصل خلیفہ مان لیا گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا۔ مسئلہ یہ پیش آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے اتار کر غسل دیا جائے یا کپڑوں سمیت؟ اچانک ایک آواز آئی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بے لباس نہ کرو! چنانچہ انہی کپڑوں میں غسل دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے فضل اور قثم رضی اللہ عنہما آپ کی کروٹیں بدلتے اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پانی ڈالتے۔ اس سارے عمل میں حضرت شُقران حبشی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

تدفین مبارک:

غسل اور کفن دینے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تدفین کا ارادہ کیا تو سوال پیدا ہوا کہاں دفن کیا جائے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ جہاں پیغمبر کی روح قبض ہوتی ہے اسی جگہ پر پیغمبر دفن ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اسی جگہ بستر اٹھا کر قبر مبارک بنائی جائے گی۔

قبر مبارک کی تیاری:

پھر سوال پیدا ہوا کہ قبر کس قسم کی بنائی جائے؟ چونکہ مکہ میں بغلی قبر (لحد) کا دستور تھا اس لیے مہاجرین

نے کہا کہ بغلی قبر بنائی جائے اور مدینہ میں شق (صندوق نما) قبر کا دستور تھا تو انصار نے کہا کہ شق تیار کی جائے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شق قبر بنانے کے ماہر تھے اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ لحد بنانے کے ماہر تھے۔ چنانچہ دونوں کو پیام بھیجا گیا کہ جو پہلے آگیا وہی قبر بنائے گا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پہلے پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد والی قبر تیار کی۔

جنازہ:

منگل کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے کنارے رکھا گیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کس طرح؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک گروہ حجرہ مبارک میں جائے، درود و سلام پڑھے، پھر واپس آجائے۔ اس کے بعد دوسرا گروہ جائے۔ اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ گروہ در گروہ داخل ہوتے اور درود و سلام پڑھ کر واپس آجاتے۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بھی حجرہ مبارک میں داخل ہوئے اور دعا پڑھی۔ لوگوں نے آمین کہی۔ جب مرد فارغ ہوئے تو عورتوں اور بچوں نے بھی اسی طرح کیا۔

قبر مبارک:

بدھ کے دن نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علی، حضرت عباس اور آپ کے دو صاحبزادوں رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں اتارا۔ قبر مبارک کو کوہان نما بنا کر پانی چھڑک دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت ہی رنجیدہ حالت میں اس بڑی مصیبت پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھتے ہوئے گھر واپس تشریف لے گئے۔

روضہ مبارکہ:

اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اسی جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔ مستند شارحین حدیث کی معتمد تحقیق کے مطابق یہ زمینی ٹکڑا جنت سے

نازل ہوا تھا اور قیامت کو اسے جنت کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ بغیر کسی تاویل کے جنت کا ٹکڑا ہے۔ یہی وہ مقدس جگہ ہے جہاں صبح و شام آسمان سے 70 ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ جو فرشتہ ایک مرتبہ حاضر ہو کر سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کر لے قیامت تک دوبارہ اس کی باری نہیں آتی۔

قبر اطہر کے ذرّاتِ مقدسہ:

اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر کی مٹی کے وہ ذرات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے ملے ہوئے ہیں ان کا مقام تمام مخلوقات سے افضل ہے حتیٰ کہ بیت اللہ، عرش اور کرسی سے بھی زیادہ ہے۔

حیات النبی ﷺ:

اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام وفات ظاہری کے بعد اپنی قبروں میں بتعلقِ روح زندہ ہیں، ان کے اجسامِ مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں، صرف یہ ہے کہ وہ احکامِ شرعیہ کے مکلّف نہیں ہیں لیکن وہ (جسمانی و روحانی لذت کے لیے) نماز بھی پڑھتے ہیں۔

سماع صلوٰۃ و سلام:

اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے قریب جو صلوٰۃ و سلام پیش کیا جائے اسے بلاواسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔

استشفاع عند قبر النبی ﷺ:

اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری دنیوی زندگی میں اہل ایمان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا ثابت ہے، خواہ وہ درخواست کسی دنیوی کام کاج کے لیے ہو یا مغفرت کے لیے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرما کر عالمِ برزخ میں تشریف لے جانے،

قبر مبارک میں آرام فرما ہونے کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی و مغفرت کی دعا کرانا، بارش یا کسی اور مصیبت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا درخواست کرنا ثابت ہے۔ اسی کو "استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کہا جاتا ہے۔

عرضِ اعمال:

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ قرآن وسنت کے معتمد و مستند مفسرین و شارحین فقہاء، مفسرین اور محدثین بالخصوص اکابر علماء دیوبند نے عرضِ اعمال کی احادیث کا جو مفہوم سمجھا ہے اس کے مطابق قبرِ اطہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے امتیوں کے اعمال اجمالی طور پر پیش ہوتے ہیں۔

نبوت کی مالی میراث جاری نہیں ہوتی:

اہل السنۃ والجماعۃ کاعقیدہ اور نظریہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی مالی وراثت جاری نہیں ہوتی۔ انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ زندہ کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م1362ھ) فرماتے ہیں:

اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں۔

بیان القرآن: ج1 ص97

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

مشق نمبر 16

مختصر جواب دیں:

1. آپ ﷺ نے سب سے آخری کون سا سریہ بھیجا؟
2. خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی ترتیب وار تحریر کریں۔
3. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی موجودگی میں نماز کیسے پڑھائی؟
4. اللہ کے رسول ﷺ کی نماز جنازہ کیسے ہوئی؟
5. عقیدہ حیات النبی ﷺ مختصراً بیان فرمائیں۔

خالی جگہ پر کریں:

1. آپ ﷺ نے مسئلہ پوچھنے والی عورت سے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو .... کے پاس چلی آنا۔
2. آپ ﷺ کو ازواج مطہرات میں سے حضرت .... رضی اللہ عنہا کے ساتھ طبعی محبت سب سے زیادہ تھی۔
3. آپ ﷺ نے فرمایا: .... سے کہو نماز پڑھائیں۔
4. خدائی احکام کو نبوی منہج کے مطابق نافذ کرنے کا نام .... ہے۔
5. جہاں پیغمبر کی روح قبض ہوتی ہے اسی جگہ پیغمبر کی .... ہوتی ہے۔
6. حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے لیے .... والی قبر مبارک تیار کی۔
7. قبر اطہر میں آپ ﷺ پر امت کے اعمال .... پیش ہوتے ہیں۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

آپ ﷺ نے سب سے آخری سریہ میں امیر بنا کر روانہ فرمایا:

ابو بکر رضی اللہ عنہ کو　　اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو　　خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھائیں:

ابو بکر رضی اللہ عنہ　　عمر رضی اللہ عنہ　　علی رضی اللہ عنہ

تعارف مؤلف

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت: 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم: حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوھڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ

ترجمہ وتفسیر القرآن: امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

تدریس: (سابقاً) معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زمبیا، افریقہ (حالاً) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مناصب: سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ وخانقاہ حنفیہ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا پاکستان

بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

بیعت وخلافت: الشیخ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) الشیخ عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ (مکہ مکرمہ) الشیخ عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)

الشیخ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال) الشیخ قاضی محمد مہربان رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ اسماعیل خان)

الشیخ ذوالفقار احمد نقشبندی حفظہ اللہ (جھنگ) الشیخ محمد یونس پالنپوری حفظہ اللہ (گجرات ہندوستان)

چند تصانیف: دروس القرآن خلاصۃ القرآن کتاب الحدیث کتاب العقائد کتاب السیرۃ

کتاب الفقہ کتاب الاخلاق شرح الفقہ الاکبر کتاب النحو کتاب الصرف

تبلیغی اسفار: خلیجی ممالک ملائیشیا جنوبی افریقہ سنگاپور ہانگ کانگ ترکیہ وغیرہ (23 ممالک)

